وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (۷۳: ۴)

تسہیل الترتیل

تلاوت قرآن کے متعلق

ترتیل کی عام فہم تشریح

مؤلفہ

الحاج محمد الیاس برنی

سابق پروفیسر معاشیات جامعہ عثمانیہ

زیر اہتمام

قرآن ہاؤس ۔ دارالعرفان

مطبوعہ مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن

قیمت عہ

حق تالیف

بار سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید سوم

الحمد للہ۔ تسہیل القرآن کا تیسرا اڈیشن شائع ہو رہا
ہے۔ البتہ دس بارہ سال کے وقفہ سے شائع ہو رہا ہے۔ اس طویل
دوران میں سلسلۂ سابقہ دیگر علمی مشاغل مقدم رہے حتیٰ کہ چھپی ہوئی
کتاب کی باری آگئی۔ یوں بھی تو ہمارا مطبوعہ کتب کی نشرو
اور غیر مطبوعہ کی تیاری اس طرح زیادہ فیصلہ سے طبع شدہ اور
طباعت طلب کتابوں کا دائرہ کم و بیش چالیس تک پھیل گیا۔ عمر و فرصت
اسی دائرہ میں گھومتی رہی۔ اس سلسلے میں اور بھی منصوبے ہیں۔
لیکن اوقات کی آئندہ صورت کیا ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔
دین و ملت کی بقا اور ترقی کے واسطے قرآن مجید کی تعلیم
لازم و لابد ہے۔ یہ احساس و ایقان بفضلہ ہر طرف پھیل رہا ہے
مسلمان قرآن کی طرف رجوع ہو رہے ہیں۔ مسلمان اپنا کھویا ہوا
مقام حاصل کرنا چاہیں تو قرآن کی ہدایت و اتباع کے بغیر ممکن نہیں

اور قرآن کے ہوتے ہوئے صلاح و فلاح میں سب کچھ ممکن ہے۔
قرآن کریم ایمان و استقامت کی نعمتوں سے بھرا پڑا ہے۔ بات بات
پر بشارت ہے۔ اور تاریخ ان کی اہمیت اور واقعیت پر شاہد ہے
چنانچہ صدہا کے منجملہ چند ارشادات ربانی پر غور فرمائیں:۔

(۱) وَإِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (پ ۱ ع ۳)

ترجمہ۔ اور وہ وقت بھی [illegible] اسے کہ جب کہتے تھے
منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں [illegible]
فریب دے [illegible]
[illegible]
بڑھاتے ہیں اور [illegible]
اللہ کے سپرد میں [illegible] غالب حکمت [illegible] ایمان و
توکل پر قائم ہونے والوں [illegible] سے بڑی کامیابی حاصل کرتے
ہیں۔ تمام اسباب حکم الٰہی کے تابع ہیں اور اس کے تحت حلوں
سے جو سعی کی جاتی ہے مشکور ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے ابتدائی عروج
کا یہی راز تھا۔ جیسے بدر و باب [illegible] ہے۔ اور یہی راز حقیقی ہے

اور دل پر مہر نہیں کرتا۔ لیکن جب بندہ تساہل تغافل برتے تو اسکی
سزا میں دل کو روک دیتا ہے۔ یا ضد اور ہٹ دھرمی کرے تو دل پہ
مہر کر دیتا ہے پس کار خیر میں جلدی واجب ہے۔ چنانچہ مومن کی
تعریف ہے قرآن میں۔ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ (پ ۴)
(یعنی جلدی کرتے ہیں نیک کاموں میں) ۔ اور ڈرو اس فتنہ سے
کہ وارد ہو نہ صرف ان لوگوں پر جو ظلم کرتے ہیں خاصکر۔ (بلکہ دوسرے
نیک لوگ بھی اسکی لپیٹ میں آجائیں۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ) اور
جانو یہ کہ اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ (حاصل کلام یہ کہ کار خیر
میں تساہل و تغافل کرنے سے ایک تو دل میں رکاوٹ پیدا ہوتی
ہے۔ کام میں روزافزوں دشواری معلوم ہوتی ہے۔ دل گریز کرتا
ہے۔ دوسرے نیکوں کی یہ بے اعتنائی دیکھ کر عوام اور بھی لاپروا
بلکہ دلیر ہو جاتے ہیں۔ رسم بد پھیلتی ہے۔ اور اس کا وبال سب پر
پڑتا ہے۔ جیسے کہ جنگ میں اگر بہادر لوگ سستی کریں تو نامرد بھاگ
پڑیں۔ پھر شکست ہو تو بہادر بھی روک تھام نہ کر سکیں۔ سب پر
آفت آپڑے) اور یاد کرو وہ وقت جبکہ تم تھوڑے سے تھے سرزمین
میں اور کمزور سمجھے جاتے تھے۔ اور تم اس خوف میں رہتے تھے کہ
کہیں (مخالف) لوگ تم کو نوچ کھسوٹ نہ ڈالیں۔ سو (ایسی

مایوس کن حالت میں) اللہ نے تم کو رہنے سہنے کی جگہ دی۔ اور (رسنے بسنے میں) تم کو اپنی نصرت سے قوت دی۔ اور تم کو اعلیٰ اعلیٰ چیزیں عطا فرمائیں تاکہ تم (اللہ کا) شکر کرو۔ (شکر و ناشکری کا مسئلہ بھی بہت اہم قابل توجہ ہے۔ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (۱۴/۷)
جب پکار دیا پروردگار تمہارے نے اگر شکر کرو تم البتہ زیادہ دوں گا میں تم کو۔ اور اگر ناشکری کرو گے تو تحقیق میرا عذاب بہت سخت ہے پس شکر گزاری میں سرگرمی اور ناشکری سے احتراز واجب ہے۔ فیض ربانی کا یہ بڑا راز ہے)۔

اوپر کی آخری آیت گویا اسلامی تاریخ کے پہلے دور کا خلاصہ ہے اور ابتدائی آیات گویا موجودہ دور کا نقشہ ہیں۔ مسلمانوں کے واسطے یہ جملہ آیات شمع ہدایت ہیں۔ ان میں تنبیہ بھی ہے اور امید افزائی بھی۔ گویا مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔

(۳) وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ

تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَاۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ (پ ۱۵ ع ۱۶)۔

ترجمہ۔ اور پڑھو جو کچھ وحی کیا گیا ہے طرف تیرے۔ تیرے رب کی کتاب میں سے۔ نہیں ہے کوئی بدلنے والا اس کی باتوں کو۔ اور ہرگز نہ پاوے گا تو سوائے اس کے (کہیں) جگہ پناہ کی اور اپنے نفس سے صبر کر اُن لوگوں میں بیٹھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام (جو) چاہتے ہیں رضامندی اسکی۔ اور نہ پھیرے [illegible] آنکھیں [illegible] گرشا [illegible] [illegible] ن)۔ اور مت کہنا مان اس شخص [illegible] [illegible] اس کے دل کو یاد اپنی سے۔ [illegible] پیروی [illegible] اس [illegible] خواہش اپنی کی [illegible] کام اس کا [illegible] [illegible] تلاوت قرآن کی ضرورت [illegible] اولیاء اللہ کی صحبت [illegible] دنیا کی کشش و غفلت دنیا داروں کی بے اعتدالی۔ یہ جملہ امور ان آیات میں بخوبی واضح ہیں۔ اور فی الحال قرآن کے ساتھ مسلمانوں کی بے توجہی کا یہ عالم ہے کہ رسول اللہ کی شکایت صادق آتی ہے۔ وَقَالَ الرَّسُوْلُ

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

(پ۱۹ ع۱) یعنی کہا رسول نے اے رب میرے تحقیق قوم میری نے پکڑا

اس قرآن کو چھوڑا ہوا۔ یعنی ترک کرکے نظرانداز کردیا۔ (استغفراللہ)

(۴) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ (پ۵ ع۷)

ترجمہ۔ اور جو کوئی تابعداری کرے اللہ کی اور رسول کی

[illegible] کے ہیں۔ کہ نعمت نازل کی ہے

[illegible] سے۔ و شہیدوں

سے۔ اور صالحین [illegible] اچھے ہیں یہ لوگ رفیق۔ یہ

[illegible] ۔ اور کافی ہے اللہ جاننے والا

(عرفی [illegible] رفیق سے مراد ایسا دوست ہے جو سفر میں ساتھ

ہو اور مدد دے۔ ظاہر ہے اس دنیا کی زندگی بھی اک سفر ہے اور

آخرت اسکی منزل ہے۔ پس رفاقت کا منشا ظاہر ہے۔ اور

معیت کی صورت بھی ظاہر ہے۔ اس سے بڑھ کر فضل کیا ہوگا۔

کوئی مانے نہ مانے۔ اللہ کا جاننا کافی ہے۔ انبیا اولیا سے ربط کے

جو منکر ہیں۔ ان کے حق میں کیسی لطیف تنبیہ ہے۔ سُبحٰن اللہ)۔

یہ وسوسہ قدیم ہے اور آجکل عام ہے کہ آخر دینداری کے بکھیڑے میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس کے بغیر لوگ دنیا میں کیسے مزے اڑا رہے ہیں۔ سو۔ ابتو آرام سے گزرتی ہے۔ عاقبت کی خبر خدا جانے۔ اس بارے میں یوں تو قرآن کی ہدایت بہت وسیع ہے۔ تاہم بہت سادہ مختصر خاکہ ذیل میں پیش ہے۔۔ کہ حقیقت واضح ہوکر مغالطہ رفع ہو۔

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

پ۱۱ ع۷ -

ترجمہ۔ جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے

اور جو دنیوی زندگی پر راضی ہو گئے ہیں۔ (یعنی آخرت کی طلب دل میں اصلا نہیں رکھتے)۔ اور اس (دنیوی زندگی) میں جی لگا بیٹھے ہیں۔ (آئندہ کی کچھ فکر نہیں رکھتے) اور جو لوگ ہماری آیتوں سے بالکل غافل ہیں۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانا (انکے اعمال کی وجہ سے) دوزخ ہے۔ (انکے برعکس) یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے۔ ان کا رب انکو بوجہ انکے مومن ہونے کے انکے مقصد (یعنی جنت) تک پہنچائے گا۔ انکے (مسکن) کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔ چین و آرام کے باغوں میں۔ انکے منہ سے یہ تعریف نکلے گی کہ سُبْحَانَ اللّٰہ۔ اور انکے آپس میں ملاقات کی دعا یہ ہوگی۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ اور انکی باتوں میں یہ بات مختتم ہوگی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ یعنی سب تعریف واسطے اللہ کے جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا۔

(۲) مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ

رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝ (پ۱۵ ع۲)۔

ترجمہ۔ جو کوئی ارادہ کرتا ہے (محض) دنیا کا شتاب دیتے ہیں ہم اس کو بیچ دنیا کے جو چاہتے ہیں ہم واسطے (اسکے اور) جسکے کہ چاہیں ہم۔ پھر (تجویز) کرتے ہیں ہم واسطے اس کے دوزخ۔ داخل ہوگا اس میں بُرے حال راندہ ہوا۔ اور (اسکے برعکس) جو کوئی ارادہ کرتا ہے آخرت کا۔ اور سعی کرتا ہے واسطے اس کے۔ جو سعی اسکے واسطے (ضروری) ہے۔ اور نیز وہ ایمان والا ہے۔ پس یہ لوگ ہیں۔ کہ انکی سعی کی قدر کی گئی۔ (یعنی انکی سعی مقبول ہوئی) (الحاصل) تیرے رب کی اس دنیوی عطا میں سے تو ہم اُنکی بھی امداد کرتے ہیں اور اِنکی بھی۔ اور تیرے رب کی یہ دنیوی عطا (کسی پر) بند نہیں (کہ اللہ سب کا رب ہے۔ پروردگار ہے) دیکھ لے (دنیا میں) ہم نے ایک کو دوسرے پر کس کس طرح برتری دی ہے۔ اور آخرت میں تو کیا کہنا درجوں میں اور فضیلتوں میں کہیں زیادہ بڑائی ملیگی (اور وہ ایمان والوں کا حصہ ہوگی)۔

(۳) مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا

نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ
وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

(پ ۱۲ ع ۲)۔

ترجمہ۔ جو شخص (اپنی کوشش سے اور اپنے اچھے کاموں سے) محض حیات دنیوی (کی منفعت) اور اس کی آسایش (حاصل کرنا) چاہتا ہے۔ تو ہم ان لوگوں کے (ان) اعمال (نیک کی جزا) ان کو دنیا ہی میں پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں۔ اور انکے لئے دنیا میں (جزا ملنے میں) کچھ کمی نہیں ہوتی۔ (یعنی نیک کاموں کی پوری پوری جزا دنیا میں مل جاتی ہے) لیکن یہ ایسے لوگ ہیں کہ انکے لئے آخرت میں دوزخ کے سوا۔ اور کچھ (حصہ) نہیں ہے۔ اور انہوں نے دنیا میں جو کچھ (نیک کام) کیا تھا وہ آخرت میں سب کا سب اکارت جائیگا (کہ آخرت میں اجر کے واسطے ایمان شرط ہے اور یہاں ایمان ندارد (ہے) اور (واقع میں تو) جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ سراسر باطل ہے کہ چندروزہ دنیا کے بعد عاقبت میں اس کا کچھ اجر نہیں ملتا۔ بلکہ عذاب ہی عذاب رہتا ہے)۔

(۴) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ

بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ○ فَلَوْلَآ
اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ
وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ فَلَمَّا
نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ
حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا
هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ○ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ پ ۷ ع ۱۱ ۔

ترجمہ۔ اور تحقیق بھیجے ہم نے طرف امتوں کے پہلے تجھ سے
(پیغمبر) پس پکڑا ہم نے ان امتوں کو ساتھ افلاس کے اور مرض
کے۔ تاکہ وہ عاجزی کریں۔ (جو بندگی کا تقاضا ہے) پس کیوں نہ
جس وقت آیا انکے پاس عذاب ہمارا۔ عاجزی کی انہوں نے۔
لیکن سخت ہو گئے دل انکے۔ اور زینت دی واسطے انکے شیطان
نے جو کچھ تھے وہ کرتے۔ پس جب بھول گئے جو کچھ نصیحت کئے گئے
تھے ساتھ اس کے۔ کھول دئے ہم نے اوپر ان کے دروازے کل
چیزوں کے۔ یہاں تک کہ جب خوش ہو گئے ساتھ اس چیز کے کہ
دئے گئے تھے۔ پکڑا ہم نے انکو یکبارگی۔ پس ناگہاں وہ ناامید تھے
پس کاٹی گئی جڑ اس قوم کی جو ظلم کرتے تھے۔ اور سب تعریف واسطے

اللہ کے ہے۔ پروردگار عالموں کا (ان آیات میں قوموں کی تنبیہ۔ سرکشی۔ غفلت۔ عارضی فراخی اور آخری تباہی کا دائرہ بڑی جامعیت اور بلاغت سے درج ہے اور تاریخ اس کی واقعیت پر شاہد ہے)

لوگوں اور قوموں کی سرکشی اور تباہی کا قانون یوں تو قرآن میں جا بجا مذکور ہے۔ دو ایک اشارے ذیل میں ملاحظہ ہوں۔ کہ بات صاف ہو اور حیرانی رفع ہو۔

(۱) وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ○ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ ○ پ ۲۱ ع ۱۱ -

ترجمہ۔ اور البتہ چکھا دینگے ہم انکو نزدیک سے عذاب چھوٹا (بطور تنبیہ کے) سوائے عذاب بڑے کے تاکہ وہ (بداعمالی سے) باز آجائیں۔ اور کون ہے بڑا ظالم اس شخص سے کہ نصیحت دیا گیا ساتھ نشانیوں پروردگار اپنے کے۔ پھر منہ پھیر لیا (اس نے) ان (نشانیوں) سے تحقیق ہم مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں۔
(بداعمالی کی بڑی سزا سے پہلے چھوٹی سزا بطور تنبیہ کے آتی ہے کہ

شاید خوف سے اصلاح ہو جائے لیکن سرکشی جاری رہے تو

انجام تباہی ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ)۔

(۲) قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهٖ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ ذٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيٰتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خٰلِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۝ (پ ۱۶ ع ۳)۔

ترجمہ۔ آپ (ان سے) کہئے۔ کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتلائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کی کرائی محنت سب گئی گزری ہوئی۔ اور وہ (بوجہ جہل کے) اس خیال میں ہیں کہ وہ (واقعی) اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی آیتوں کا (جو دنیا میں ظاہر ہو رہی ہیں) اور اپنے رب کی ملاقات کا (جو روز قیامت پیش

آئیگی) انکار کررہے ہیں۔ سو (اس کفر کی بدولت) انکے سارے
کام غارت ہوگئے پس روز قیامت ہم انکے نیک اعمال کا ذرا
بھی وزن قائم نہ کرینگے۔ (مطلب یہ کہ جب وہ آخرت کو مانتے ہی
نہ تھے۔ اور اس کے واسطے انہوں نے کوئی کام ہی نہیں کیا۔ تو
پھر میزان میں ایک پلڑا خالی رہا۔ دوسرے پلڑے کو کیا تولتے) پھر
انکی سزا کیا ہوگی یعنی دوزخ اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا۔
اور (یہ کہ) میری آیتوں اور پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا۔ بیشک جو
لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے۔ انکی مہمانی کے
لئے فردوس (یعنی بہشت) کے باغ ہونگے۔ جن میں وہ ہمیشہ
رہیں گے۔ (نہ انکو کوئی نکالے گا اور) نہ وہاں سے کہیں اور جانا
چاہیں گے۔

یوں تو قرآن میں دنیا و آخرت کے حقائق و معارف بھرے
پڑے ہیں لیکن ذیل میں ایک مختصر خاکہ پیش ہے جو عبرت و ہدایت
کے لئے ہر طرح کافی ہوسکتا ہے۔

۱ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ
انْتَثَرَتْ ۝ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ
بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ۝

يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۭ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۙ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۙ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۙ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۭ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۙ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۭ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝ (پ ۳۰ ع ۷)۔

ترجمہ۔ جب آسمان پھٹ جاوے گا۔ اور جب ستارے (ٹوٹ کر) جھڑ جاوینگے۔ اور جب سب دریا چیرے جاوینگے (یعنی سمندر کا پانی زمین پر چڑھ آئیگا) اور جب قبروں سے مُردے زندہ کرکے اٹھائے جائینگے۔ اس وقت ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے (اعمال و احوال) کو جان لیگا۔ اے انسان تجھ کو کس بات نے تیرے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے۔ (وہ رب کریم) جس نے تجھ کو انسان بنایا۔ پھر تیرے اعضا کو درست کیا۔ پھر تجھ میں مناسب اعتدال بٹھایا۔ اور جس صورت میں چاہا تجھ کو

ترکیب دیدیا۔ (ان سب امور کا مقتضا یہ ہے کہ تم کو) ہرگز (مغرور) نہیں (ہونا چاہئے۔ مگر تم باز نہیں آتے) بلکہ تم۔ (اس وجہ سے دھوکے میں پڑ گئے ہو کہ تم) جزا وسزا (ہی) کو جھٹلاتے ہو۔ اور تحقیق اوپر تمھارے نگہبان ہیں۔ بزرگ ہیں لکھنے والے۔ جانتے ہیں جو کچھ کرتے ہو تم تحقیق نیک کام والے البتہ بیچ نعمت (جنت) کے ہیں۔ اور تحقیق بدکار البتہ بیچ دوزخ کے ہیں۔ داخل ہونگے اس میں دن جزا کے۔ اور (پھر داخل ہوکر) اس سے باہر نہ ہونگے (بلکہ اس میں خلود ہوگا) اور تجھ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کے لئے کچھ بس نہ چلے گا۔ اور تمام حکومت اُس روز اللہ ہی کی ہوگی (یہاں شان مطلق وَاحِدُ الْقَهَّارُ کا بیان ہے لیکن شفاعت کی شکل وشرط بھی قرآن میں کئی جگہ درج ہے۔ یہاں اس بحث کی ضرورت وگنجایش نہیں۔ اشارہ کافی ہے)۔

الحاصل دنیا میں دین کی ضرورت اور دین میں ایمان و استقامت کی اہمیت۔ قرآن میں بخوبی روشن ہے۔ تاریخ میں ہر طرح مسلّم ہے پس لامحالہ قرآن اسلامی زندگی کا محور ہے اسکی تلاوت لابد ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ جا بجا مختلف ناموں سے چھوٹی

بڑی انجمنیں قرآن کریم کی تعلیم خموشی سے ملت میں پھیلا رہی ہیں۔
ان ہی کے منجملہ مخلصین کی اک جماعت نے قرآن ہاؤس کے
نام سے بائبل ہاؤس کے انداز پر اک مرکز دارالعرفان کے
تحت حیدرآباد میں قائم کیا ہے۔ تاکہ قرآن کے مطالعہ کے واسطے
قدیم کے ساتھ ساتھ جدید لٹریچر بھی مختلف زبانوں میں بالخصوص
انگریزی میں فراہم کرکے پیش کرے۔ اور اس ضمن میں قرآن کی عام
تعلیم بھی ملک میں وسیع کرے۔

چنانچہ اس تنظیم کے تعلق سے تسہیل الترتیل کی یہ تالیف
بھی قرآن ہاؤس کو ہدیۃً پیش کی گئی۔ کہ مؤلف کی اجازت
سے وقتاً فوقتاً حسب ضرورت اس کتاب کے صحیح اور صاف ستھرے
اڈیشن اپنے اہتمام سے طبع کراکر شایع کرے۔ اور اس کی آمدنی
قرآن ہاؤس کی تحریک میں بغرض توسیع وتقویت صرف ہو۔ البتہ
یہ ہدیہ خوش نظمی کے تابع ہے۔ بصورت دیگر منجانب مؤلف کوئی
دوسرا اہتمام ہوسکے گا۔ تاکہ طباعت واشاعت بہرصورت محفوظ
رہے۔ خدا کرے قرآن ہاؤس کے زیر اہتمام یہ تالیف وسیع پیمانہ پر
بہتوں شایع ہوتی رہے۔ اور ملت کو تلاوت قرآن میں مدد ملے۔
ماشاءَ اللہ۔

اڈیشن اول کی نظر ثانی میں جو بعض حضرات نے ازراہ کرم مدد فرمائی۔ بالخصوص مولٰنا قاری عبدالمالک صاحب نے اصلاح میں جو توجہ فرمائی۔ اس کا شکریہ اڈیشن دوم میں پیش ہو چکا ہے۔ پھر اڈیشن دوم پر گہری نظر ثانی ہوئی تو یہ اڈیشن سوم تیار ہوا۔ اور تالیف نے مستقل شکل اختیار کر لی۔ اس ضمن میں اول تو خود مؤلف نے مزید چھان بین کی۔ چنانچہ اپنے مطالعہ کے سہارے جا بجا ترمیم کی۔ اضافے کئے۔ اس کے سوا بعض احباب نے بھی کرم فرمایا۔ بالخصوص پھلواری شریف (بہار) کے نامور قاری مولٰنا سید محمد جعفر صاحب نے مفید مشورے عنایت فرمائے۔ سب سے بڑھ کر حیدرآباد کے دو نامی گرامی قاری صاحبان کی توجہ سے فیض حاصل ہوا یعنی مولٰنا محمد منیر علی صاحب عثمانی علیہ الرحمۃ اور مولٰنا میر روشن علی صاحب۔ ان دو حضرات کے فنی مشوروں سے جا بجا اہم اور نازک اصلاح عمل میں آئی۔ کہ وہ ان حضرات کے کمال تبحر کا ثمرہ تھی۔ فالحمد للہ۔

علاوہ بریں محبی مولوی عبدالخالق خاں صاحب نے بھی نظر ثانی میں خاص حصہ لیا۔ قرآنی کلمات و آیات پر اعراب لگائے۔ انکے حوالوں کی تنقیح کی اور مزید برآں فصل پنجم میں حروف مدّہ۔ لینہ

اور حروف علت کی بحث کو بطور خود صاف کیا۔ جو کہ ان ہی کا حصہ ہے۔ علیٰ ہذا کرمی قاری سید حسن شاہ صاحب نے بھی مدد دی کہ مولٰنا میر روشن علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر بالمشافہ مشورے حاصل کئے۔ اللہ تعالےٰ جملہ معاونین کو علیٰ قدرِ مراتب جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور ہم سب کی سعی مشکور فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۱۵/۱)

بفضلہ تعالےٰ قرائت کے فن پر ایک نصابی معیار کی کتاب تیار ہوگئی۔ جامع اور واضح۔ بریںہم مختصر۔ پھر لطف یہ کہ مباحث کی ترتیب جدید تفہیم سلیس کہ فن کا نقشہ بآسانی ذہن نشین ہوجائے بڑی خصوصیت یہ کہ قرآن مجید کے وہ تمام کلمات وآیات مع حوالجات جابجا اپنے اپنے محل پر متعلقہ عنوانات کے تحت بطور مثال درج ہوگئے جو ترتیل میں احتیاط کے لحاظ سے کم وبیش قابل توجہ ہیں۔ نتیجہ یہ کہ اگر کوئی چاہے تو اس کتاب سے مقابلہ کرکے قرآن میں تمام احتیاط طلب مقامات پر نشان لگالے۔ اور تلاوت میں ہوشیار رہے۔ محتاط رہے۔ چند دور میں تلاوت میں ترتیل پیدا ہوجائے۔ غلط خوانی سے حفاظت ہوجائے۔ ترتیل کے معیار پر قرآنی مقامات کا اندراج اس تفصیل وترتیب کے ساتھ ایسا مسلسل ومربوط شاید ہی قرائت

کی کسی کتاب میں مل سکے۔ الحاصل اس کتاب کے سہارے تلاوت قرآن میں بہت کچھ صحت بسہولت حاصل ہوجاتی ہے۔ پھر تلاوت صاف صحیح ہوگی تو فیوض وبرکات بھی بلا رکاوٹ نازل ہونگے۔ مَاشَآءَ اللہ۔

فن قرأت کی تفہیم میں مدارج کا بھی خاص خیال رکھا گیا چنانچہ مبتدیوں کے لئے ترتیل کے عام ضروری معلومات تفصیل سے درج ہیں۔ عوام بھی ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں پھر متوسطوں کے لئے بھی متعلقہ مسائل بحد معیار واضح کردئیے گئے ہیں علٰے ہذا منتہیوں کے لئے بھی موقع بہ موقع خاص خاص نکات فنی اشاروں میں آگئے ہیں کہ۔ ع۔ عاقل را اشارہ کافی ست غرض کہ قرآن کی تلاوت میں عام وخاص سب حسب ضرورت اس کتاب سے کام لے سکتے ہیں۔ اور اس حیثیت سے یہ کتاب فن قرائت کی تعلیم میں نصاب کا کام دے سکتی ہے۔ چنانچہ کتاب کی نصابی حیثیت سے متعلق چند رائیں بابت اڈیشن اول ودوم ذیل میں ملاحظہ ہوں:۔

(۱) تسہیل الترتیل نے ہم جیسے عامیوں کے لئے تجوید کی مشکلیں آسان کردیں۔ اس قدر دلنشین اسلوب میں۔

بدوں کسی اغلاق کے۔ تمام ضروریات کا احاطہ۔ مجھے تو کسی کتاب

میں نظر نہ آیا۔ کہ بیگانگان حق کو بھی کلام اللہ سے مناسبت

ہو جائے۔ تحریک تعمیم قرآن کا یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے

جس کی بنیاد اس کتاب سے پڑے گی۔ جن پر قرآن نازل ہوا

ان کا منتہائے تقرب آپ کے لئے۔ اور جس نے قرآن نازل

فرمایا۔ اس کی تمام رحمتیں آپ پر۔ والسلام والاکرام (مکتوب

مورخہ ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۱ھ)

(حضرت علامہ عبداللہ عمادی علیہ الرحمۃ۔ سابق ناظر ادبی دارالترجمہ

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد)

(۲) تسہیل التنزیل کا ہدیہ پہنچا۔ پڑھ کر طبیعت کو بڑی

مسرت ہوئی۔ آپ نے علم تجوید کے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے

لیکن باوجود اس اختصار کے قرأت کا کوئی جزئیہ ایسا نہیں ہے

کہ جس پر آپ نے پوری روشنی نہ ڈالی ہو۔ ترتیب مضامین ایسی

رکھی ہے کہ جو شخص اس کتاب کا مطالعہ شروع کرے اس کو

ابتدائی مراحل طے کرنے میں آسانی ہو۔ اور رفتہ رفتہ اضافۂ

معلومات سے اس کا شوق بڑھتا جائے۔ اس کے بعد توجہ کا

سلسلہ قائم رہنے سے آگے کی دشوار گزار منزلیں بھی آسان

ہوتی چلی جائیں۔ یہاں تک کہ مبتدی منتہی ہو جائے۔ اور قرآن مجید کو پوری ترتیل کے ساتھ پڑھ سکے۔

میں نے علم تجوید کی بعض کتابیں پڑھی ہیں لیکن میرے خیال میں تسہیل الترتیل سے زیادہ عام فہم اور جامع کتاب اس موضوع پر کوئی نہیں ہے۔ یہ اسم با مسمّٰی ہے۔ اور مجھ کو یقین ہے کہ اگر اس کو کوئی شخص پڑھے گا تو وہ بغیر استاد کی مدد کے ضروری معلومات کافی حاصل کر لیگا (مکتوب مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۴۲ء)۔

(ب) تسہیل الترتیل کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے مطالعہ سے فن قراءت کے مبتدی اور منتہی دونوں فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ نے ترتیب مضامین میں بھی آسان اور مشکل مسائل کی ایسی تدریج قائم کی ہے کہ طالب علم قراءت کے حقائق سے گھبرا کر ہمت نہ ہار دے (مکتوب مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۴۳ء) (نواب میر لیاقت علی خاں صاحب سابق وزیر اعظم ریاست بھوپال)

(۳) تسہیل الترتیل کا ایک نسخہ بصورت "ہدیۂ اخلاص" وصول ہوا۔ اس کے لئے ہدیۂ تشکر قبول فرمائیے۔ میں اس کو پڑھ رہا ہوں۔ اکثر حصہ پڑھ چکا ہوں۔ کچھ باقی ہے۔ مجھے جیسے

کم سواد لوگوں کے لئے۔ اس قسم کے رسالوں کی بڑی ضرورت ہے۔ علمی اور فنی مضامین کو سادہ اور عام فہم اور دلنشیں بلکہ پُرکشش انداز سے لکھنا ماشاءاللہ آپ کا حصہ ہے۔ ع۔ اللہ کرے لطفِ بیاں اور زیادہ۔ (مکتوب مورخہ ۲۳ر اپریل ۱۹۴۲ء)

(مولٰنا غلام بھیک نیرنگ صاحب اڈوکیٹ انبالہ)

(۴) آپ کی عالمانہ تالیف تسہیل الترتیل وصول ہوئی اللہ تعالےٰ آپ کے قلم میں اور زیادہ زور دے۔ آپ کا طرز تحریر نہایت پسندیدہ عام فہم ہے۔ اس لئے ہر شخص آپ کی تالیفات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس کتاب کا مضمون نہایت دقیق تھا لیکن آپ کی صفائی بیان کا کیا کہنا کہ ہر اصول کو اس طرح پیش کیا ہے۔ کہ فوراً ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ وکان سعیکم مشکورا۔ (مکتوب مورخہ ۱۴ر خورداد ۱۳۵۱ف)

(مولٰنا غلام یزدانی صاحب سابق ناظم آثار قدیمہ مملکت حیدرآباد)

(۵) نہایت شکرگزار ہوں کہ آپ نے مہربانی فرماکر تسہیل الترتیل کا نسخہ بھیجا۔ یہ آپ نے نہایت ہی مفید کام کیا۔ آپ کی کتاب کے ذریعے اردوخواں مسلمان قرأت کے ضروری مسائل اور اصول سے واقف ہو سکتے ہیں۔ اور یہ اسلام کی بڑی خدمت ہے۔ تمام

ضروری مطالب آپ کی کتاب میں آگئے ہیں۔ اور طرز بیان ایسا سادہ اور صاف ہے کہ پڑھنے والے کو کوئی دقت مسائل کے سمجھنے میں نہ ہوگی (مکتوب مورخہ ۹ر جون ۱۹۴۳ء)

(ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صدر شعبۂ عربی الہ آباد یونیورسٹی)

(۶) تسہیل الترتیل کا شکریہ۔ ایک قاری ہونیکی حیثیت سے یہ شہادت دیتا ہوں کہ اردو زبان میں اس فن کے جتنے رسالے نظر سے گزرے۔ ان سب میں آپ کا رسالہ اما م کہے جانے کا مستحق ہے۔ ماشاء اللہ نہایت جامع ہے۔ وہ چھوٹی سی چھوٹی باتیں بھی موجود ہیں جن کی طرف لوگ عموماً متوجہ نہیں ہوتے (مکتوب بلا تاریخ موصولہ در ۱۹۴۲ء)

(مولٰنا قاری سید محمد جعفر صاحب پھلواری شریف بہار)

(۷) تسہیل الترتیل۔ ۱۹۲ صفحات کی اس مختصر سی کتاب میں (جدید اڈیشن سوم میں حجم کافی بڑھ گیا۔ للمؤلف) نہایت قابلیت کے ساتھ ترتیل کے پورے قواعد کو سمیٹا گیا ہے۔ پھر ہر قاعدہ کی توضیح اور اس کا استعمال سمجھانے کے لئے قرآن کریم کی آیات و کلمات کو بطور مثال پیش کیا گیا ہے۔ ابواب وفصول کی تقسیم اور عنوانوں کی ترتیب مؤلف کے ماہر فن ہونے پر شاہد

ہے........ مسلمانوں میں قرآن پڑھنا تو بفضلہ تعالےٰ کسی قدر
باقی ہے۔ البتہ صحت کے ساتھ پڑھنا صرف خواص تک محدود
ہے۔ اور اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اردو زبان میں
ترتیل کے متعلق کوئی آسان کتاب موجود نہیں تھی۔ بحمد اللہ
تسہیل الترتیل نے اس کمی کو پورا کردیا۔ اب یہ قرآن کے
شیدائیوں کا کام ہے کہ وہ اس کی قدر کریں اور اس سے فائدہ
اٹھائیں (رسالہ ترجمان القرآن جلد (۲۳) ۱-۲ بابت جولائی
اگست ۱۹۴۳ء)

(۸) تسہیل الترتیل۔ اردو میں کوئی ایسی عام فہم
کتاب موجود نہ تھی جس کے مطالعہ سے ہر شخص قرآن شریف کو
صحت اور خوبی کے ساتھ پڑھنے کے طریقے معلوم کر سکے۔
بونی صاحب نے اپنے مخصوص شگفتہ انداز بیان میں ان اصول و
ضوابط کو ایسی خوبی سے مرتب کیا ہے۔ کہ معمولی تعلیم یافتہ
شخص بھی اس کتاب سے استفادہ کر سکتا ہے۔

مذہبی نقطۂ نظر کے علاوہ اس کتاب کی اک اور خوبی یہ ہے
کہ اس کے ذریعے سے بہت سی اصطلاحیں علم زبان کے
طالب علموں کے ہاتھ آگئیں جو لسانیاتی اور صوتیاتی مسائل کے

اردو میں کچھ لکھنا پڑھنا چاہتے ہیں۔ اس کتاب میں حروف کے مخارج۔ ان کی صفات۔ اور ان کی ترکیبیں اس علمی انداز میں پیش کی گئی ہیں کہ یہ حصہ لسانی نقطۂ نظر سے بھی بجائے خود کافی اہمیت رکھتا ہے۔

(ماہنامہ سب رس حیدرآباد دکن بابتہ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء)

جدید ترتیب سے ظاہر ہوگا کہ فصل اول تا چہارم اور فصل ہشتم کے مباحث بیشتر مطالعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انکے مقابل فصل پنجم ششم اور ہفتم تمامتر مشق سے وابستہ ہیں۔ ان کے مباحث کو سمجھنے اور ان میں مہارت حاصل کرنے کے واسطے کسی نہ کسی قاری کی اعانت لابد ہے۔ اور بعد میں مزاولت بھی لازم ہے کہ مشق و مہارت محکم ہو جائے۔ البتہ کس درجہ کے قاری سے کس معیار کی مدد حاصل ہو۔ یہ موقع محل کی بات ہے۔ ظاہر ہے کہ قاری جس درجہ فن قرأت میں ماہر ہوگا۔ اسی درجہ اس کی اعانت کا معیار اعلیٰ رہیگا۔ نتائج بہتر حاصل ہونگے۔ پس مسلمانوں کے لئے قاریوں کی قدرشناسی واجب ہے۔ موجودہ ناقدری تلاوت قرآن کے حق میں پرخطر ہے۔ قاریوں کی جماعت برقرار رکھنا ملت کا فرض ہے کہ تلاوت قرآن

میں صحت قائم رہے۔ ورنہ خدانخواستہ غلط سلط تلاوت کا انجام معلوم۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

الحاصل قاریوں کی جماعت کو برقرار رکھنا لازم ہے تاکہ قرائت کی تعلیم جاری رہے لیکن موجودہ معاشی کشاکش کے دور میں اس جماعت کا اللہ ہی حافظ ہے۔ بقول حضرت اکبر الہ آبادی علیہ الرحمۃ ؎

"بتوں کونسل کا اسپیکر تو رخصت قرائت مصری
کروں کیا ممبری جاتی ہے یا قرآن جاتا ہے"

چنانچہ اسی اندیشہ سے ایک دوراندیش قاری یعنی مولٰنا سید محمد جعفر صاحب نے بڑی دلسوزی سے حال و مستقبل کا نقشہ پیش کیا ہے۔ جو ارباب ملت کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن کے دلدادہ مخیر حضرات ملاحظہ فرمائیں۔

" افسوس ہے کہ اس فن تجوید سے عام طور پر مسلمانوں کو غفلت ہے۔ جو شخص قرآن کو عمدہ گا دیتا ہے۔ اسے عوام کی طرف سے قاری ہونے کی سند مل جاتی ہے۔ پھلواری شریف جیسی مردم خیز بستی میں بھی بدقسمتی سے پورا میدان صاف ہے۔ وہاں کی پوری تاریخ میں اس غلطی کا ارتکاب صرف مجھ سے ہوسکا ہے"

(یعنی صاحب موصوف نے قرأت سیکھی۔ للمؤلف)

ڈرتے ڈرتے ایک بات لکھنے کی جرأت کرتا ہوں۔ شاید آپ ادھر توجہ فرمائیں لیکن علما تو دھڑسے فتوے صادر فرما دینگے مگر لکھے دیتا ہوں۔ فن تجوید کوئی کتابی علم قطعاً نہیں البتہ کتاب ایک ناگزیر معین ضرور ہے۔ لیکن دراصل یہ فن سراسر عمل ہے۔ اور آپ جیساکہ تسہیل الترتیل کی بعض عبارات سے معلوم ہوا آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ پھر اس کی سبیل کیا ہے۔ صرف رسالے کام نہیں دے سکتے اور ہر شخص مدرسۂ فرقانیہ لکھنؤ وغیرہ میں مدت مدید تک قیام کرنے کا موقع نہیں پا سکتا۔ پھر کیا سبیل ہو۔ ایک سبیل ہے اگر علمائے کرام رکاوٹ پیدا نہ کریں۔ یعنی چند تعلیمی رکارڈ تیار کئے جائیں۔

دیولالی (بمبئی) میں میرے ایک دوست کے پاس انگریزی تلفظ سکھانے والے تیس (۳۰) عدد رکارڈ ہیں۔ جن میں بہترین انگریزی مجودین کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ اور جن میں حروف سے لیکر لفظوں اور جملوں تک انگریزی تلفظ کی تجوید اور لب ولہجہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ کیا عربی تجوید اور لب ولہجہ کے لئے پانچ رکارڈ کا سٹ بھی تیار نہیں ہو سکتا۔ برلن۔ لندن وغیرہ سے

آخر آپ الکٹرک رکارڈوں ہی پر قرآن سنتے رہتے ہیں ۔
فرمائیے ۔آپ اس بارہ میں کیا رائے دیتے ہیں ۔فقط
رائے نہیں ۔بلکہ اس خدمت کا شرف اوّلیت حاصل کرنے
کے لئے ۔آپ کیا کچھ کرسکتے ہیں ۔(مکتوب مورخہ ۱۹۴۲ء)

جبکہ اسلامی ممالک میں بھی بالعموم قرآن ویڈیو پر
نشر ہوتا ہے ۔ تو پھر تجوید کے رکارڈ تیار کرانے میں
کیا عذر ہوسکتا ہے ۔ بالخصوص جبکہ ان کی ضرورت ہے
اور ضرورت روزافزوں ہے ۔یوں تو بفضلہ تعالےٰ ملت
میں کتنے مخیر ہونگے جو اس کارِ خیر کی تکمیل پر بخوشی آمادہ ہوجائینگے
کوئی ایسا بیش خرچ کام نہیں جو مقدرت سے باہر ہو۔
پانچ کیا پچاس رکارڈ کا سٹ تیار ہوسکتا ہے ۔ قرآن کی
خدمت میں کیا بڑی بات ہے ۔لیکن قرآن اور قرائت سے
اعلحضرت نواب میر عثمان علی خاں آصفجاہ سابع دام اقبالہٗ
کو جو دلی لگاؤ رہا ہے ۔سب کو معلوم ہے ۔ پھر قرآن اور
عثمان کا ربط بھی مسلّم ہے ۔کیا عجب ہے قرآن کی اس
خدمت میں اوّلیت کا شرف بھی بندگان عالی مدظلہٗ العالی کے
حصہ میں آئے ۔ع ۔ ایں سعادت بزور بازو نیست ۔

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ۔ ع ۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست ۔
بہرحال اس کام کے انجام پانے کا وقت قریب آگیا معلوم
ہوتا ہے ان شاء اللہ ۔ وما توفیقنا الا باللہ ۔
واضح باد کہ رسالۂ تسہیل الترتیل کو عملی ضرورت
کے مدنظر ایک حد تک جامع کہا جاسکتا ہے ۔ ورنہ تو اس
کا فن اتنا وسیع ہے کہ کسی بڑی کتاب میں بھی اس کا
احاطہ دشوار ہے ۔ چہ جائیکہ ایک رسالہ میں کوئی اس کو
سمیٹ لے ۔ چنانچہ فن قراءت کے بہت سے دقیق اور
نازک نکات شریک نہیں کئے گئے ۔ کہ اول تو اُن میں
قواعد عربی یعنی صرف و نحو کا علم مقدم ہے ۔ دوسرے
وہ فنی کمالات ہیں ۔ عام طور سے تلاوت قرآن میں انکی
واقفیت چنداں ضروری نہیں ۔ اعلیٰ درجہ کے قاری
البتہ اپنے حلقوں میں ان کا لطف اٹھاتے ہیں ۔ اور انکی
داد پاتے ہیں ۔ مگر خوف ہوتا ہے کہ خدانخواستہ زمانہ کی
بے اعتنائی اور ناقدری سے ترتیل کا یہ مقام گم ہی نہ
ہوجائے ۔ اس پایہ کے جیّد قاری بڑی استعداد والے
ہوتے ہیں اور بڑی کوشش سے تیار ہوتے ہیں ۔ اور ریڈیو

عام وخاص قاریوں کے سالار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالٰے
اس سلسلہ کو قرآن وقراءت کے ساتھ دائم قائم رکھے۔ آمین
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ
رَّحِيْمٌ۔ طٰهٰ و يٰسٓ حٰمٓ۔

بیت السلام سیف آباد
حیدرآباد دکن
ربیع الاول ۱۳۷۲ھ

معروضہ
خادم محمد الیاس برنی

حضرت جلالت الملک سلطان العلوم آصف سابع نظام الملک شاہ دکن خلد اللہ ملکہ

کو ماشاء اللہ قراءت قرآن کا جو فطری ذوق و شوق حاصل ہے

ایں سعادت بزور بازو نیست ۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

پھر مملکت آصفیہ کے صدر اعظم

عالیجناب نواب سر احمد سعید خاں بہادر

نواب چھتاری

بفضلہ تعالیٰ حافظ قرآن ہیں ۔ اور ایسے پختہ حافظ کہ مشاغل کثیرہ کے باوجود تقریباً ہر سال ماہ رمضان المبارک میں محراب سناتے ہیں ۔

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

تسہیلُ الترتیل بار اول خود مؤلف کی طرف سے شایع ہوئی۔ اب بار دوم کے متعلق قرار پایا کہ یہ عالیجناب نواب صاحب ممدوح کی طرف سے شایع ہو۔ یوں تو یہ کتاب دینی حلقوں میں ہدیتہً بھی تقسیم ہوگی لیکن اس کے جو نسخے فروخت ہونگے یا اس کے معاوضہ میں جو صاحب کچھ عنایت فرمائیں گے۔ غرض اس بار دوم کے سلسلے میں جو رقم وصول ہوگی وہ کل جمع ہوکر اہلِ مدینہ کی امداد میں صرف ہوگی۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۱۵)

معروضہ

خادم محمد الیاس برنی

بیت السلام
حیدرآباد دکن
۱۳۶۲ سنہ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید دوم

مَاشَاءَ اللہُ۔ تَسہِیلُ التَّرتِیل کا پہلا ادیشن چند مہینوں میں ہاتھوں ہاتھ نکل گیا بیشتر ہدیۃً تقسیم ہوا۔ بفضلہ اس دوران میں کتاب کی نظر ثانی بھی ہوگئی۔ اول تو خود مؤلف نے بالتفصیل تنقیح کی۔ مزید برآں بعض احباب اور ماہرین فن نے بھی تصحیح و ترمیم کے سلسلے میں ازراہ کرم مفید مشورے عنایت کئے۔ ان سب کا شکریہ واجب ہے۔ اللہ تعالےٰ جزائے خیر عطا کرے۔

بالخصوص حضرت محترم علامہ محمد عبد القدیر صاحب صدیقی مدظلہ (سابق صدر شعبۂ دینیات جامعۂ عثمانیہ) ڈاکٹر قاری سید کلیم اللہ حسینی صاحب (استاذ شعبۂ فارسی جامعۂ عثمانیہ) اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (استاذ شعبۂ قانون جامعۂ عثمانیہ) ان تینوں احباب کی توجہ بہا ئی موجب منت ہے۔ مزید براں محب اکرم ظفر الملک صاحب علوی

(مدیر رسالہ الناظر لکھنؤ) کی مخلصانہ سعی سے مولٰنا قاری عبدالمالک صاحب (صدر شعبۂ تجوید و قراءت مدرسۂ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ) کی بیش قدر توجہ حاصل ہوئی جو باعث تشکر ہے۔

غرض کہ علمی اور فنی مشوروں سے بموجب صوابدید بہت کچھ استفادہ ہوا۔ نظر ثانی کا ماحصل یہ ہے کہ:۔

(۱) کتابت میں غلطیوں کی تصحیح کی گئی۔ نیز عبارت کی نشست جا بجا درست کی گئی تاکہ طریق تحریر میں یکسانی رہے۔

(۲) عبارت میں کہیں کہیں اصلاح کی گئی کہ معنیٰ مطالب زیادہ واضح ہو جائیں۔

(۳) مضمون کی ترتیب میں بھی کہیں کہیں ترمیم کی گئی کہ تفہیم میں سہولت ہو۔

(۴) مضمون کی بعض غلطیاں درست کی گئیں۔ جو پہلے اڈیشن میں کسی نہ کسی طرح نظر انداز ہو گئیں اور بعد کو معلوم ہو سکیں۔

(۵) جہاں جہاں ضرورت اور گنجایش نظر آئی وہاں جدید مضمون کا بھی اضافہ ہوا کہ کتاب میں جامعیت بڑھ جائے۔

نتیجہ یہ کہ مبتدیوں کے واسطے بہت کافی معلومات اور متوسطوں کے واسطے ضروری معلومات جمع ہو گئیں۔ رہے ماہرین فن سو ان کا

مطالعہ جس قدر وسیع ہو کم ہے۔ ان کے سوا جن اہلِ علم کو فنِ لسانیات میں شعبۂ صوتیات سے دلچسپی ہو وہ بھی عربی۔ نیز فارسی اردو میں صوتیات کے اصول و قواعد کی بابت کافی معلومات اس تالیف سے اخذ کر سکتے ہیں۔ یوں تو اس کتاب کو پڑھ کر خود ہی بہت سی اصولی باتیں سمجھ سکتے ہیں۔ تاہم کسی پختہ قاری سے اس کو پڑھ کر نکات سمجھ لیں عملی مشق کر لیں تو اور بھی اطمینان ہو جائے۔

جامع مختصر سلیس اور عام فہم ہونے کے سبب اس تالیف کی اشاعت سے ملک میں فنِ قراءت کا شوق پھیلے گا۔ یہ توقع کچھ بے اصل نہیں ہے۔ چنانچہ حیدرآباد فرخندہ بنیاد جہاں شاہی سرپرستی کی بدولت فن قراءت کو خاص فروغ حاصل ہوا ہے۔ وہاں یہ کتاب شایع ہونے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد تحریک نمودار ہوئی اور مقامی اخباروں میں ایک اطلاع مورخہ ۸ شہریور ۱۳۵۱ف مطابق ۹ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ منجانب مولوی حافظ قاری محمدؐ محمود خاں صاحب محوی معتمد جمعیت شبان المسلمین شایع ہوئی کہ :-

"آجکل تعلیم جدید کے اثرات سے فن قراءت کی اہمیت عوام میں جس حد تک گھٹ چکی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ اس درخشاں دورِ عثمانی میں جبکہ ہر علم و فن کو کافی ترقی ہو رہی ہے اس

اس امر کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ فن قراءت کی اہمیت کو واضح کیا جائے۔ اور اس کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔ تاکہ ملک میں کلام ربانی کو صحت کے ساتھ پڑھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ اس غرض کے لئے حضرت شیخ القرأ محمد عبدالرحمن صاحب کامل پروفیسر جامعۂ نظامیہ کی صدارت میں ایک جمعیت القراء کا قیام عمل میں آیا ہے! اور عنقریب ایک جلسۂ عام طلب کیا جانے والا ہے۔ اس سلسلے میں نواب صدر اعظم بہادر دولتِ آصفیہ سے سرپرستی کی استدعا کی جا رہی ہے"۔

چنانچہ بتاریخ ۱۹ ر شہریور ۱۳۵۱ف پھر اطلاع شایع ہوئی کہ جمعیت القراء کے اجلاس کے سلسلے میں بتاریخ ۱۵ ر شہریور دفتر مجلہ نظامیہ حسینی علم میں قراء کا اجتماع عمل میں آیا۔ مولوی قاری شاہ محمد تاج الدین صاحب قادری کی صدارت میں جمعیت القراء کے اغراض و مقاصد قرار دئے گئے اور فی الحال مجلہ نظامیہ کا دفتر ہی جمعیت کا دفتر قرار پایا۔

بفضلہ تعالے بلدہ میں اور بھی متبحر اور پختہ قاری موجود ہیں مثلاً مولٰنا قاری میر روشن علی صاحب مولٰنا قاری محمد منیر علی صاحب عثمانی مولوی قاری فخرالدین صاحب وغیرہ! امید کہ جمعیت القراء کی تحریک

کو تقویت و مقبولیت حاصل ہوگی اور ملک میں اس کی تقلید کی جائے گی۔

متعدد حلقوں سے یہ رائے موصول ہوئی کہ تسہیل الترتیل تعلیم قراءت کے نصاب میں شریک ہونے کے قابل کتاب ہے۔ اس میں فن کی تفہیم بہت باقاعدہ معلوم ہوتی ہے! ورطرز بیان بھی عام فہم ہے۔ بہرحال کتاب جیسی بھی ہے حاضر ہے۔ معمولی ردوبدل تو دوسری بات ہے۔ ورنہ تقریباً اسی شکل میں شایع ہوتی رہیگی مَاشَاءَاللّٰهُ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ دَائِمًا اَبَدًا۔

احقر القراء
خادم محمد الیاس برنی

بیت السلام
حیدرآباد دکن
۱۳۶۲ھ ہجری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمہید اوّل

قرآن کریم کی تلاوت بڑی نعمت ہے اور تلاوت کی بڑی خوبی ترتیل ہے جس کو اصطلاحاً تجوید اور عرفاً قراءت کہتے ہیں۔ چنانچہ بتوفیق الٰہی آج سے پندرہ سال قبل اس ناچیز کو فن قراءت کا شوق پیدا ہوا تو اول اس کے اصول و قواعد بغور مطالعہ کئے۔ بطور خود سمجھے پھر قاریوں سے تحقیق کئے۔ پھر کافی علمی عبور ہو جانیکے بعد اسی زمانہ میں رفیق محترم حضرت الحاج علامہ محمدؐ عبد القدیر صاحب صدیقی القادری مدظلہٗ (صدر شعبۂ دینیات جامعۂ عثمانیہ) کی صحبت بابرکت میں قرآن کریم کا از اول تا آخر دور کیا! ور بطریق قراءت دور کیا تو اور بھی اطمینان ہوگیا حتیٰ کہ حضرت ممدوح نے اپنے کرم سے قراءت کی سند عطا فرمائی۔ ماشاء اللہ حضرت اس فن کے بڑے ماہر اور مبصر ہیں۔ صاحب سلسلہ اور صاحب اجازت ہیں۔ غرض اس ناچیز کو فن قراءت سے خاصی علمی اور قدرے عملی واقفیت حاصل ہوگئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

ماشاء اللہ فنِ قراءت پر بہت سی مستند اور مفید کتابیں موجود ہیں۔

گر عربی میں زیادہ ہیں۔ چنانچہ چند منتخب کتب جن میں سے بعض کم و بیش اپنے مطالعہ میں آئیں۔ انکی فہرست آخر میں بطور ضمیمہ شریک ہے جنکو شوق اور حوصلہ ہو وہ اپنا مطالعہ وسیع کر سکتے ہیں۔ فن قراءت میں جس قدر چاہے کمال حاصل کر سکتے ہیں لیکن بہت سی کتابوں کے باوجود عام مطالعہ کے واسطے اردو میں ایسی تالیفات کم نظر آئیں جن میں بیشتر ضروری معلومات جمع ہوں اور پھر بھی طوالت نہ ہو جن کے مباحث عام فہم ہوں جن میں ترتیب مربوط، عبارت سلیس اور بیان دلنشین ہو جن میں حسب موقع مثالیں کافی درج ہوں اور وہ تمام تر قرآن کریم سے ماخوذ ہوں۔ المختصر تالیف ایسی ہو کہ خاص و عام سب شوق سے پڑھیں۔ آسانی سے سمجھیں اور بخوبی استفادہ کریں۔ مقصود یہ کہ مسلمانوں میں قراءت سیکھنے سکھانے کا شوق تازہ ہو۔ اور اس کام میں سہولت پیدا ہو۔ خودستائی منظور نہیں البتہ یہ امید ضرور ہے کہ انشاء اللہ یہ تالیف عام طور پر مقبول ہو کر زیادہ مفید اور کارآمد ثابت ہو گی ؎

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

قرآن کریم کے بہت سے کلمات جو کسی نہ کسی اعتبار سے قراءت میں قابل توجہ ہیں۔ تمام اپنے اپنے محل پر جا بجا کتاب میں بطور مثال درج

ہوگئے ہیں! ورساتھ ہی ساتھ پارہ اور رکوع کے حوالے بھی درج ہیں مثلاً اگر کسی کلمہ کے ساتھ درج ہو۔ (۸/۴) تو مطلب یہ ہے کہ وہ کلمہ آٹھویں پارہ کے چوتھے رکوع میں موجود ہے پس کوئی چاہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ کتاب کے سب حوالوں سے قرآن کریم میں نشان لگالے تاکہ پڑھتے وقت بآسانی توجہ ہو جائے اور صحت سے تلاوت عمل میں آئے۔ شروع میں فہرست مضامین اور آخر میں ایک اشاریہ بھی شریک ہے جس سے کتاب میں مباحث کا بآسانی پتہ چل سکتا ہے۔

تمام ہندوستان اور بالخصوص مملکت آصفیہ میں عام تحریک ہے کہ مسلمانوں میں قرآن کی تعلیم پھیلے! س سے زیادہ مبارک تحریک اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس میں دین و دنیا کی فلاح مضمر ہے لیکن ظاہر ہے کہ قرآن پر عمل کرنے سے قبل قرآن کو سمجھنا ضرور ہے! ور سمجھنے سے قبل پڑھنا ضرور ہے اور تلاوت کی شرط مقدم صحت ہے! ور صحت تلاوت ہی کا نام قراءت پس یہ تالیف تحریک قرآن کے سلسلے کی ایک کڑی ہے! ور فن قراءت میں بلحاظ ضرورت بخوبی ایک نصابی کتاب کا کام دے سکتی ہے! ور یہی اس تالیف کی اشاعت کا مقصد ہے کہ تحریک قرآن میں مدد ملے۔

ملک بھر میں ماشاء اللہ عربی کے مدارس ہیں۔ دینیات کے مدارس ہیں۔ قرآن کے مکاتب ہیں۔ پھر قاری ہیں۔ حافظ ہیں۔ مساجد کے پیش امام

ہیں۔ اور پھر بفضلہ تعالیٰ بہت سے مسلمان خاندانوں میں قرآن کی تعلیم و تلاوت کا سلسلہ جاری ہے۔ یوں تو یہ تالیف سب کے واسطے کم و بیش کار آمد ہے لیکن اس سے صرف بقدر ضرورت کام لے سکتے ہیں۔ البتہ کسی پختہ قاری سے اس کے ضروری نکات سمجھ لیں تھوڑی بہت عملی مشق کر لیں تو کچھ نہ کچھ اطمینان ہو جائے۔ غرضکہ جن کو تلاوت قرآن کا شوق و ذوق ہو وہ اس کی قدر کر سکتے ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

بارہ سال قبل ۱۳۴۹ھ میں یہ تالیف شروع کی تھی۔ کچھ حصہ لکھا تھا کہ دوسرے مشاغل نے آگھیرا۔ اور یہ کام مدتوں یوں ہی ادھورا پڑا رہا۔ بلکہ عدیم الفرصتی میں نوبت یہ پہنچی کہ تلاوت و قراءت کی مزاولت بھی قائم نہ رہ سکی تاہم جب کبھی کاغذات سنگولنے میں نامکمل مسودہ نظر سے گزرتا۔ تردد ہوتا۔ دل میں چٹینک لگی رہی۔ فرصت کے مختصر اوقات میں پچھلے سال سے یہ کام جاری رہا اور خدا کا شکر ہے کہ یہ تالیف تیار ہو گئی۔ ع للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری کہیں کہیں کوئی کمی یا خامی رہ گئی ہو تو عجب نہیں۔ لیکن پتہ چلنے پر آیندہ اصلاح ہو جائے گی۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

بیت السلام
حیدرآباد دکن
سنہ ۱۳۶۱ ہجری

خادم القراء
خادم محمد الیاس برنی

فہرستِ مضامین

فصل اول (۱)

مقدمہ

فصل دوم (۲)

قراءت

فصل سوم (۳)

اعراب حروف

فصل چہارم (۴)

وقوفِ کلمات

فصل پنجم (۵)

مخارج حروف

فصل ششم (۶)

صفات حروف

فصل ہفتم (۷)

ترکیب حروف

فصل ہشتم (۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

فصلِ اوّل

مقدمہ

۱۔ تلاوت قرآن وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا ○ (۱۶/۱۵) اور پڑھ جو تجھ پر بھیجا ہے قرآن تیرے رب نے۔ بدلنے والا نہیں اسکی بات۔ اور نہ پاویگا تو سوائے اس کے کہیں آرام و پناہ (ترجمہ)۔

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ○

(۲۷/۸) اور تحقیق ہم نے قرآن کو لوگوں کے نصیحت پکڑنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ تو کوئی ہے کہ نصیحت پکڑے (ترجمہ)۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ

لِلْمُؤْمِنِیْنَ (۹/۱۵) اور بھیجتے ہیں ہم زمین پر قرآن کی آیتیں جو تندرستی ہیں بیماریوں کو اور مہربانی و بخشش ہیں ایمان لانے والوں کو (ترجمہ)۔

وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ○ (۱۲/۱۵) اور جدا جدا بھیجا قرآن کو ہم نے یعنی ایک ایک آیت تاکہ پڑھے تو اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر میں آہستہ آہستہ اور نازل کیا ہم نے قرآن کو رفتہ رفتہ جس طرح مناسب اور لایق تھا (ترجمہ)۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا (۱۳/۲۹) اور پڑھ قرآن کو صاف صاف روشن (ترجمہ)۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ط (۱/۱۴) جن لوگوں کو ہم نے قرآن دیا ہے۔ وہ اس کو پڑھتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ اس کے پڑھنے کا حق ہے (ترجمہ) یعنی صاف صاف صحیح عبارت کے مطابق تاکہ معنی اور مطلب درست رہے اور تلاوت کا حق یہ بھی ہے کہ جو کچھ پڑھے اس کو سمجھے اور جو کچھ سمجھے اس پر عمل کرے (شرح)۔

خدا نہ کرے کہ ہم قرآن سے غفلت برتیں اور ہماری نسبت

اس شکایت کی نوبت آئے۔ اس نوبت سے بہتر ہے کہ موت آئے خاتمہ بالخیر ہو جائے۔ اَللّٰہُ اَکْبَر۔ کیا المناک شکایت ہے۔ وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا (۱۹/۱۸) قیامت کے دن محمدؐ رسول اللہ عرض کرینگے کہ اے میرے پروردگار۔ میری قوم نے اس قرآن کو جھک جھک ٹھیرایا (ترجمہ) بے توجہی سے غلط سلط پڑھنا بھی جھک جھک کی ایک صورت ہو سکتی ہے (شرح)۔

۲۔ تلاوت میں غلطی

الحاصل مسلمانوں پر واجب ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کریں۔ اس کے معنی مطلب کو سمجھیں۔ اس کی ہدایت پر عمل کریں۔ اور تلاوت میں قرآن کو اس خوبی سے پڑھیں کہ کلمات مقامات سب حتی الوسع صاف اور درست پڑھے جائیں تا عبارت کی صحت محفوظ رہے۔ جو لوگ خدانخواستہ غفلت یا عجلت میں غلط سلط پڑھیں اور صحت عبارت کو نظرانداز کردیں وہ معرض خطر میں ہیں جس کی تفصیل آئندہ پیش ہوگی چنانچہ حدیث شریف میں روایت ہے کہ بعض قرآن پڑھنے والے ہیں کہ قرآن ان سے شکوہ کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ بے توجہی سے قرآن غلط سلط پڑھتے ہیں۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ

۳- ایک وسوسہ اس سلسلہ میں ایک وسوسہ پیدا ہو سکتا ہے جس کو صاف کر دینا ضروری ہے۔ وسوسہ یہ کہ قران صحیح پڑھنا تو دشوار ہے! ور غلط پڑھنا جائز نہیں پس جب صحیح نہ پڑھ سکیں تو پھر نہ پڑھنا ہی بہتر ہے! اس صورت میں تلاوت سے بے رغبتی پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ وسوسہ کا جواب یہ ہے کہ اول تو قران صحیح پڑھنا ایسا دشوار نہیں۔ البتہ توجہ درکار ہے۔ اکثر غلطی کا باعث دشواری نہیں بلکہ لاعلمی ہوتی ہے۔ یا بے توجہی۔ پھر غلطیوں کے بھی مدارج ہیں بعض اوقات غلطیوں سے صرف تلاوت کا حُسن کم ہوجاتا ہے۔ یہ غلطیاں خفیف ہیں۔ البتہ بعض غلطیاں معنیٰ کو بدل دیتی ہیں یہی غلطیاں شدید ہیں۔ چنانچہ لحن خفی اور لحن جلی کی تشریح آئندہ پیش ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ بیشتر غلطیاں خفیف ہوتی ہیں اور جو شدید ہوں اُن میں بھی بہت سے غلطیاں علم سے رفع ہو سکتی ہیں۔ البتہ بعض شدید غلطیاں علم کے ساتھ کافی عمل کی طالب ہیں یعنی مشق حاصل کئے بغیر وہ رفع نہیں ہوتیں۔

مزید برآں اسلام کا فطری اصول یہ ہے کہ انسان سعی پر مامور ہے سعی کے باوجود جو کام اس کے قابو سے باہر ہو اس میں وہ معذور ہے مثلاً کوئی اپنی زبان کی ساخت کے سبب کسی حرف کا

صحیح تلفظ ادا نہ کر سکے تو اس سے کوئی مواخذہ نہیں جس طرح وہ پڑھ سکے پڑھے۔ اس کے حق میں وہی تلفظ درست و مقبول ہے۔ ایسی معذوریوں میں تکلیف معاف ہے۔ قرآن کا فرمان ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (پ۳) یعنی اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اس کی گنجائش ہے الحاصل دین میں بیجا بار اور مشکل نہیں ہے۔ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (پ۲) یعنی اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر مشکل۔ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ (پ۱۷) یعنی نہیں رکھی تم پر دین نے کچھ مشکل۔

معلوم ہے کہ حضرت بِلَالِ حَبَشِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حرف ش کا تلفظ ادا کرنے سے معذور تھے لیکن حضرت جو اذان دیتے تھے وہ قلبی جذبات کا فوّارہ ہوتی تھی۔ چنانچہ اس اذاں کی شان آج تک مشہور ہے۔ اس کی مقبولیت قدیم سے مسلم ہے۔ ع بر اشہد تو خندہ زند اسہد بلال سبحان اللہ کیا کرم ہے۔ کیا احسان ہے۔ پس جو بات ناپسندیدہ قابل مواخذہ ہے۔ وہ لاعلمی اور بے توجہی ہے۔ ایسے امور کے متعلق جن کا تلاوت میں علم ضروری ہے عمل ضروری ہے۔ ورنہ زبان کی معذوری معاف ہے۔ بلکہ دل میں

جذبہ ہو تو معذوری صحت سے زیادہ مقبول ہو۔

۴۔ قراءت کے متعلق تین خیال

حاصل کلام یہ کہ جہاں تک بن پڑے قرآن کریم کی تلاوت میں ترتیل کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ بلکہ لازم ہے۔ ترتیل کی تعلیم اصطلاحاً تجوید اور عرفاً قراءت کہلاتی ہے۔ قراءت کے متعلق عام طور پر تین خیال پھیلے ہوئے ہیں۔ اول یہ کہ قراءت خوش الحانی کا نام ہے۔ اگر آواز پُر اثر اور طرز دلکش ہے تو قراءت حاصل ہے۔ دوسرے یہ کہ قراءت سے مراد تلفظ میں غیر معمولی تکلف ہے۔ گویا قراءت ایک نمائشی بناوٹ ہے۔ جو چنداں ضروری نہیں۔ تیسرے یہ کہ قراءت ایک دشوار فن ہے اور اس کے سیکھنے سکھانے کے واسطے برسوں کی محنت درکار ہے۔ ہر کسی کو اس کا حوصلہ نہیں ہو سکتا

یہ تینوں خیال بڑی حد تک اصلیت اور واقعیت سے بعید ہیں قراءت سے مراد صحت تلفظ ہے۔ صحت تلاوت ہے۔ یہ احتیاط سب سے مقدم ہے۔ خاص کر عربی جیسی لطیف علمی اور باضابطہ زبان میں کہ ذرا سے تغیر سے معنے کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں۔ پس صحت تلفظ اور صحت تلاوت کا جس قدر بھی لحاظ رکھا جائے بہتر ہے۔ اور یہ مقصد بقدر ضرورت تھوڑی سی توجہ سے حاصل ہو سکتا

ہے۔ کوئی غیر معمولی محنت درکار نہیں۔ رہی قاری کی خوش گلوئی اور طرز کی دلکشی سو وہ خداداد بات ہے۔ اپنا اپنا ذوق ہے۔ چنانچہ متعدد طرز رائج ہیں۔ مثلاً مکی۔ مدنی۔ شامی۔ مصری۔ مغربی وغیرہ لیکن ترتیل سب میں صفت مشترک ہے۔ اور ترتیل کو پسِ پشت ڈال کر قرآنِ کریم کو محض سامانِ طرب و خوش الحانی کا تختۂ مشق بنانا منع ہے۔

۵۔ قراءت کی نوعیت

الغرض قراءت میں کوئی تکلف اور بناوٹ نہیں ہے۔ کان نا آشنا ہونے کے سبب ایسا معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ دراصل عربی زبان کا تلفظ اور لہجہ وہی ہے جو قراءت میں سکھایا جاتا ہے۔ دشواری کے خیال میں بھی مبالغہ ہے۔ قراءت کے اصول و قواعد اس درجہ منظم اور منضبط ہیں کہ معمولی شخص بھی ان کو تھوڑی توجہ سے سمجھ سکتا ہے اور کسی واقف کار قاری کے ساتھ کچھ عرصہ مشق کرنے سے خاصی مہارت حاصل ہو سکتی ہے۔ جو تلاوت کے واسطے کافی ہے۔ یوں کوئی اعلیٰ کمال پیدا کرنا چاہے۔ تو دوسری بات ہے جس قدر بھی کوشش کرے اختیار ہے چنانچہ فنِ قراءت کی وضاحت کے متعلق مختصر یادداشت آخر میں درج کر دی گئی ہیں۔ عربی میں تو

فن قراءت قدیم ہے لیکن فونے ٹِکس یعنی صَوتیات کے نام سے اب تو یہ فن اصول و قواعد تلفظ کی حد تک یورپی زبانوں میں بھی جاری ہوکر ترقی کر رہا ہے۔ اور لسانیات کا مستقل شعبہ مانا جاتا ہے۔

۶۔ تلاوت اور بشارت

مختصر یہ کہ قراءت سیکھنی ضروری ہے جس قدر سیکھنی ضرور ہے۔ وہ کچھ ایسی دشوار بھی نہیں ہے۔ تھوڑی سی کوشش اور توجہ درکار ہے۔ قرآن کریم صاف صاف اور صحیح پڑھیئے۔ پھر تلاوت کے جو فیوض و برکات ہیں۔ آثار ہیں۔ وہ خود بخود ثابت ہو جائینگے! ور تجربہ سے تصدیق ہوگی اس بشارت ربانی کی وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (۹/۱۵) اور بھیجتے ہیں ہم زمین پر قرآن کی آیتیں۔ جو تندرستی ہیں بیماریوں کو اور مہربانی و بخشش ہیں ایمان لانے والوں کو (ترجمہ)۔

حاصل کلام یہ کہ قرآن کی تلاوت میں قراءت ضروری ہے اور با قاعدہ ہونے کے سبب قراءت کافی سہل ہے اس کے برعکس جو عام خیال ہے۔ غیر صحیح ہے۔ تھوڑی توجہ سے بقدر ضرورت قراءت حاصل ہو سکتی ہے! ور قراءت حاصل کرنا تلاوت میں مقدم ہے کہ

صحت سے فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں غلطی میں وہ بات
کہاں۔ اکثر اسی سبب لوگ قرآن کریم کے فیوض و برکات سے
محروم رہتے ہیں۔ حیران ہوتے ہیں۔ مایوس ہوتے ہیں۔ مگر اپنی غلطی
نہیں سمجھتے۔ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا
يَعْلَمُوْنَ ۝ (۱۱/۱۱) تحقیق اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں
جانتے مثلاً اگر بظاہر کوئی وعدہ پورا نہ ہو تو اکثر لوگ نہیں سمجھتے کہ اس
کی کیا وجہ ہے۔ حالانکہ اکثر خود اپنی ہی غلطی اصلی وجہ ہوتی ہے۔
بالخصوص تلاوت میں غلطی کا زیادہ امکان رہتا ہے۔ بہرحال تلاوت
سے قرآن کے جو بڑے بڑے فیوض و برکات حاصل ہو سکتے ہیں اور
ہوتے ہیں۔ وہ یقینی ہیں مسلّم ہیں۔ اور دین کی بڑی نعمت ہیں۔
قرآن۔ حدیث اور اَوْلِيَاءَ اللّٰه اس پر شاہد ہیں! اللہ تعالےٰ
ہم کو بھی تلاوت قرآن میں یہ نعمت عطا فرمائے۔ آمین۔
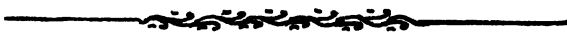
فصل دوم

قراءت

۱۔ تین رفتاریں جیسا کہ اس سے قبل بیان ہو چکا ہے۔ تلاوت میں ترتیل کی تعلیم اصطلاحاً تجوید اور عرفاً قراءت کہلاتی ہے۔ تلاوت یعنی پڑھنے کی تین رفتار ہو سکتی ہیں۔ آہستہ۔ اوسط اور تیز۔ ان تین رفتاروں کو اصطلاحاً ترتیل تدویر اور حدر کہتے ہیں یعنی آہستہ آہستہ پڑھیں تو ترتیل اوسط رفتار سے پڑھیں تو تدویر اور تیز رفتار سے پڑھیں تو حدر کی صورت ہے لیکن ہر صورت میں قراءت کے اصول و قواعد کی پابندی لازم ہے۔

۲۔ پانچ شعبے قراءت کے اصول و قواعد پانچ شعبوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں یعنی (۱) مخارج حروف (۲) صفات حروف (۳) ترکیب حروف (۴) اعراب حروف (۵) وقوف کلمات فن قراءت ان ہی پانچ شعبوں کی تفصیل ہے۔ جو کوئی ان پانچوں اعتبار سے قرآن صحیح پڑھے۔ وہ قاری ہے۔ رہی خوش گلوئی اور

طرز کی دلکشی سو کچھ تو وہ خداداد بات ہے۔ اور کچھ مشق سے بھی پیدا
ہوتی ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ سونے پر سہاگے کا کام دیتی ہے
قاری میں یہ بھی خوبی ہو تو کیا کہنا۔ اس کی قراءت سے قرآن
کان کی راہ دل میں اُتر جاتا ہے اور عجب رنگ لاتا ہے۔ سُبْحَانَ اللہ

۳۔ لحن کے دو مفہوم فن قراءت میں لحن کے دو مفہوم ہیں
جن کا جاننا ضرور ہے۔ ایک تو اس سے
مراد ہے۔ قراءت کے ساتھ خوش آوازی اور طرز کی دلکشی سو یہ تو
بڑی خوبی ہے۔ بہت قابل قدر ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے لِکُلِّ شَیْئٍ حِلْیَۃٌ وَحِلْیَۃُ الْقُرْاٰنِ حُسْنُ
الصَّوْتِ یعنی ہر چیز کا ایک زیور ہے اور قرآن کا زیور خوش
آوازی ہے۔ علیٰ ہذا ابوداؤد ابن ماجہ اور دارمی وغیرہ
میں مروی ہے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
زَیِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ یعنی اپنی خوش آوازی سے قرآن
کو زینت دو۔ اور بعض روایات میں یوں بھی ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ فَاِنَّ
الصَّوْتَ الْحَسَنَ یَزِیْدُ الْقُرْاٰنَ حُسْنًا۔ یعنی قرآن کو

خوش آوازی سے پڑھو اس لئے کہ اچھی آواز قران میں حُسن بڑھا دیتی ہے۔ کیوں نہیں حُسن صوت یعنی خوش آوازی تو ایک نبی یعنی حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کا معجزہ رہ چکی ہے۔ اور خود حضرت نبی کَرِیم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تلاوت کی کیا شان ہے۔ بُخَارِی اور مُسْلِم شریف میں روایت ہے کہ مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِلنَّبِیِّ اَنْ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ۔ دوسری روایت میں یوں بھی ہے۔ مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِلنَّبِیِّ حُسْنُ الصَّوتِ بِالْقُرْاٰنِ یَجْھَرُ بِہٖ۔ یعنی نہیں سنتا ہے اللہ تعالےٰ کسی چیز کو مثل آواز پیغمبر کے جو خوش آوازی سے پڑھتا ہو وہ قران کو۔ اور بخاری شریف میں یہ بھی روایت ہے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ۔ یعنی نہیں ہے ہمارے طریق پر وہ شخص جو کہ نہ پڑھے خوش آوازی سے قران کو۔ مگر خوش آوازی کی ان تمام تائیدوں اور تاکیدوں میں ترتیل یعنی قرات کی پابندی مقدم ہے۔ ورنہ اگر قراءت کی پابندی ترک کر کے تلاوت میں من مانے طور پر خوش گلوئی سے کام لیں۔ تو ایسی لحن سراسر نادرست اور ناجائز ہے۔

قران کریم میں جا بجا مضامین مختلف آتے ہیں۔ مثلاً کہیں رحم

کرم اور کہیں عظمت وجلال ہے۔ کہیں وعدہ ہے کہیں وعید ہے۔ کہیں رحمت کہیں غضب۔ کہیں امید کہیں عبرت کہیں دعا کہیں توبہ کہیں حکم کہیں اطاعت ہے۔ پس عبارت کا جو مضمون ہو اس کا رنگ تلاوت میں لانا۔ اور لہجہ میں جذبہ دکھانا قراءت کا کمال ہے اور مشق سے یہ کمال حاصل ہوتا ہے۔

۴۔ لحن جلی ولحن خفی لحن کا ایک تو وہ مفہوم ہے جو اوپر بیان ہوا یعنی تلاوت میں خوش آوازی۔ دوسرا مفہوم ہے ترک ترتیل یعنی تلاوت میں قراءت کے اصول وقواعد کو ترک کرنا۔ خواہ یہ ترک بنوع خفیف ہو یا بنوع شدید۔ چنانچہ اگر تلاوت میں کوئی ایسی غلطی صادر ہو جس سے معنے کچھ کے کچھ ہو جائیں تو اس کو لَحْنِ جَلِیْ کہتے ہیں۔ اور اگر ایسی غلطی صادر ہو جس سے صرف قراءت کے حسن میں فرق آئے اور تلاوت میں کراہت پیدا ہو۔ اس کو لَحْنِ خَفِی کہتے ہیں۔ گویا لحن خفی سے مراد خفیف غلطی اور لحن جلی سے مراد شدید غلطی ہے۔

اعراب حروف۔ وقوف کلمات۔ مخارج حروف اور حروف کے صفات لازمہ۔ ان چار اعتبارات میں بعض غلطیاں لَحْنِ جَلِی کی مصداق بن جاتی ہیں۔ چنانچہ ان عنوانات کے تحت

آگے چل کر لَحْنِ جلی کی مثالیں بحوالۂ آیات قرآنی بطور نمونہ پیش کریں گے۔ تاکہ نقص وخرابی کا کچھ احساس پیدا ہو کہ لحن جلی میں معنے کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں۔ پھر تلاوت سے فیوض وبرکات کی کس طرح امید ہو سکتی ہے۔ بالعموم یہی لحن جلی بے برکتی کا باعث ہوتی ہے کہ لوگوں کو ورد و وظائف میں بے اثری کی شکایت رہتی ہے۔ ورنہ صحت کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت ہو تو اس کے فیوض وبرکات سے ظاہر و باطن سیراب ہو جاتے ہیں! اور تلاوت کی صحت ہی قراءت کا مقصد و منشاء ہے۔

اسی سلسلے میں لحن خفی بھی قابل توجہ ہے۔ حروف میں صفات عارضہ کی بعض غلطیاں اور ترکیب حروف کی اکثر غلطیاں لحن خفی کی صورت پیدا کرتی ہیں۔ چنانچہ عنوانات کے تحت آگے چل کر لحن خفی کی مثالیں بحوالۂ آیاتِ قرآنی بطور نمونہ پیش ہونگی۔

۵۔ قراءت کے شعبوں کی ترتیب

فن قراءت میں مباحث کی اصولی ترتیب تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ مخارج حروف۔ صفات حروف۔ ترکیب حروف اعراب حروف اور وقوف کلمات۔ چنانچہ سابق میں بھی یہ ترتیب درج

ہو چکی ہے۔ لیکن عملی سہولت کے مدنظر اول ہم اعراب حروف اور وقوفِ کلمات کو لینگے کہ ان میں صرف واقفیت کافی ہے۔ کسی خاص مشق کی ضرورت نہیں۔ ان کے بعد بقیہ تین مباحث کو لینگے اور ان تینوں میں تفہیم کے علاوہ مشق بھی درکار ہوگی یعنی مخارج حروف۔ صفات حروف اور ترکیب حروف۔ ان پانچوں مباحث میں کس کس کو لحن جلی اور لحن خفی سے تعلق ہے۔ اس کا بھی اجمالی ذکر آچکا ہے۔ مزید تفصیل آگے چل کر ہر عنوان کے تحت درج ہوگی۔

=;=;=;=;=;=;=;=;=

فصل سُوم

اعراب حروف

۱۔ اعراب کی غلطی عربی عبارت میں اعراب خاص کر زبر زیر اور پیش جن کو کسَرہ۔ فتحہ اور ضمّہ کہتے ہیں۔ بہت قابل توجہ ہوتے ہیں۔ کہ ان کے ردّ و بدل سے معنے بھی ردّ و بدل ہو جاتے ہیں بلکہ اکثر صورتوں میں معنے بالکل اُلٹ جاتے ہیں۔ عربی کے قواعد صرف و نحو میں تفصیلات موجود ہیں یہاں مختصراً چند امور پر توجہ دلاتے ہیں کہ اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔ اور قرارت کے واسطے اس سے زیادہ کی چنداں ضرورت بھی نہیں۔

(۱) اول قواعد صَرف میں فَعَلَ کی گردان کو لیجئے۔ فَعَلْتَ (تَ کے فتحہ سے) واحد مذکر مخاطب کا صیغہ ماضی ہے۔ معنیٰ یہ کہ کام کیا تونے (مرد نے)۔ فَعَلْتِ (تِ کے کسرہ سے) واحد مونث مخاطب کا صیغہ ماضی ہے۔ معنیٰ یہ کہ کام کیا تونے (عورت نے)

اور فَعَلْتُ (تُ کے ضمہ سے) واحد مذکر و مونث متکلم کا صیغہ ماضی ہے
معنیٰ یہ کہ کام کیا میں نے (مرد نے یا عورت نے) دوسرے فعلوں کی
گردان میں بھی اعراب کا یہی عمل رہتا ہے مثلاً کَتَبْتَ۔ کَتَبْتِ۔ کَتَبْتُ
چنانچہ قرآن کریم کی چند مثالیں ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

(الف) اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (سورۂ فاتحہ) جن پر تو نے فضل کیا
(ب) اَنْعَمْتُ عَلَيْهِمْ (غلط) جن پر میں نے فضل کیا۔
(الف) وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا (۱۶/۱۲) اور میں تو تھا دیکھتا۔
(ب) وَقَدْ كُنْتَ بَصِيْرًا (غلط) اور تو تو تھا دیکھتا۔
(الف) كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۱/۲) میں تھا گنہگاروں سے۔
(ب) كُنْتَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (غلط) تو تھا گنہگاروں سے۔

(۲) علیٰ ہذا صَرف میں اعراب ہی کے ردّ و بدل سے فعل
معروف اور فعل مجہول بنتے ہیں۔ قرآن کریم کی چند مثالیں ذیل
میں ملاحظہ ہوں:-

(الف) وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ (۲/۳) اور اللہ دوگنا کرتا ہے۔
(ب) وَاللّٰهُ يُضٰعَفُ (غلط) اور اللہ دوگنا کیا جاتا ہے۔
(الف) وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ (۷/۶) اور وہ سب کو
کھلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کھلاتا۔

(ب) وَهُوَ يُطْعَمُ وَلَا يُطْعِمُ (غلط) اور اس کو کھلایا جاتا ہے اور وہ کسی کو نہیں کھلاتا ۔

(الف) اِنَّكُمْ مُتَّبَعُوْنَ (٢٠/٢٥) تحقیق تم لوگوں کا تعاقب کیا جائے گا۔

(ب) اِنَّكُمْ مُتَّبِعُوْنَ (غلط) تحقیق تم لوگ تعاقب کروگے۔

(٣) علیٰ ہذا قواعد صرف میں اسم فاعل مشتق کی علامت کسرہ اور اسم مفعول مشتق کی علامت فتحہ رہتی ہے۔ چنانچہ قرآن کی چند مثالیں ذیل میں ملاحظہ ہوں :۔

(الف) رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ (٣/٦) کئی رسول خوشی اور ڈر سنانے والے ۔

(ب) رُسُلًا مُّبَشَّرِيْنَ وَمُنْذَرِيْنَ (غلط) کئی رسول جو خوشی اور ڈر سنائے گئے ۔

(الف) فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ (١٣/١١) (٦/٢٣) سو دیکھ کیسی ہوئی عاقبت ان کی جن کو ڈرایا گیا تھا یعنی جو کافر تھے ۔

(ب) فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذِرِيْنَ (غلط) سو دیکھ کیسی ہوئی عاقبت ان کی جو ڈراتے تھے ۔ یعنی

جو نبی تھے۔

(الف) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ (۲/۱۵) (۱۵/۱۵) اور ہم بلا نہیں ڈالتے۔

(ب) وَمَا كُنَّا مُعَذَّبِيْنَ (غلط) اور ہم پر بلا نہیں ڈالی جاتی

(الف) لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (۱۵/۱۹) کہ تو ہو ڈر سنانے والا یعنی نبی۔

(ب) لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذَرِيْنَ (غلط) کہ تو ہو ڈر سنائے جانے والا یعنی کافر۔

(الف) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُنْذِرِيْنَ (۶/۲۳) اور ہم نے بھیجے ان میں ڈر سنانے والے یعنی نبی۔

(ب) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُنْذَرِيْنَ (غلط) اور ہم نے بھیجے ان میں ڈر سنائے جانے والے یعنی کافر۔

(الف) هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (۶/۲۸) وہی اللہ ہر چیز کا خالق اور موجد ہے۔ (مخلوق کی) صورتیں بنانے والا۔

(ب) هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوَّرُ (غلط) وہی اللہ ہر چیز کا خالق اور موجد ہے۔ اسی کی صورتیں بنائی جاتی ہیں۔

(الف) اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ (.ہ) تحقیق تو ہے ڈرانے والا یعنی نبی۔

(ب) اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذَرٌ (غلط) تحقیق تو ہے ڈرایا گیا یعنی کافر۔

(۴) علیٰ ہذا قواعد صرف میں فَعَلَ کی گردان کو لیجئے فَعَلْنَ (نَ کے فتحہ سے) جمع مونث غائب کا صیغۂ ماضی ہے معنیٰ یہ کہ کام کیا اُن کئی عورتوں نے۔ اور فَعَلْنَا (ن مع الف) تثنیہ یا جمع مذکر یا مونث متکلم کا صیغہ ماضی ہے معنیٰ یہ کہ کام کیا ہم دو یا کئی مردوں یا عورتوں نے۔ پس اگر ن کے فتحہ کو ذرا بلند کیا جائے کہ الف کا اثر آجائے۔ یا (ن) کے الف کو ذرا پست کیا جائے کہ صرف فتحہ رہ جائے تو لامحالہ معنیٰ بدل جائینگے۔ پس ضرور ہے کہ (ن) کے فتحہ کو صرف فتحہ کی حد تک ادا کیا جائے اور (ن) کے الف کو بخوبی واضح کیا جائے چنانچہ قران کریم میں اللہ تعالےٰ جا بجا فرماتا ہے۔ جعلنا یعنی بنایا ہم نے اور قلنا یعنی کہا ہم نے۔ پس اگر (ن) کے الف کو بخوبی ادا نہ کرکے صرف فتحہ کی طرح پڑھا جائے۔ یعنی جَعَلْنَ یا قُلْنَ تو معنے یہ ہونگے کہ بنایا کئی عورتوں نے یا کہا کئی عورتوں نے (نعوذباللہ)

(۵) علیٰ ہذا قواعد صرف میں پھر فَعَلَ کی گردان کو لیجئے۔

فَعَلَا (ل مع الف) تثنیہ مذکر صیغہ بنانے کا صیغۂ ماضی ہے معنیٰ یہ کہ کام کیا دو مردوں نے اور فَعَلَ (ل کے فتحہ سے) واحد مذکر غائب کا صیغۂ ماضی ہے معنیٰ یہ کہ کام کیا ایک مرد نے پس اگر الف کو بخوبی ادا نہ کیا جائے اور سرسری طور سے صرف فتحہ پر اکتفا کیا جائے تو صیغۂ تثنیہ کے بجائے فعل کا صیغہ واحد ہو جائیگا۔ اور لامحالہ معنیٰ میں بھی فرق آئیگا مثلاً قرآن کریم کے مندرجۂ ذیل کلمات میں الف تثنیہ قابلِ توجہ ہے۔

(۱) وَلَا تَقْرَبَا (۲/۴)	(۸) فَوَجَدَا (۱۵/۲۱)
(۲) فَتَكُونَا (۲/۴)	(۹) فَانْطَلَقَا ... رَكِبَا، لَقِيَا (۱۵/۲۲)
(۳) اَنْ تَفْشَلَا (۴/۳)	(۱۰) وَلَاتَمَنِيَا ..... قَالَا (۱۶/۱۱)
(۴) كَانَا يَاْكُلٰنِ (۲/۱۴)	(۱۱) فَاذْهَبَا ..... فَاْتِيَا (۱۹/۶)
(۵) اَنْ تَكُوْنَا (۹/۸)	(۱۲) لِيَكُوْنَا (۲۴/۱۵)
(۶) تَبَوَّا (۱۱/۱۴)	(۱۳) وَاِنْ تَظٰهَرَا (۲۸/۱۹)
(۷) فَارْتَدَّا (۱۵/۲۱)	(۱۴) كَانَتَا (۲۸/۲۰)

کلمۂ اَضَلّٰنَا (۲۴/۱۴) بھی قابل توجہ ہے (ل) کا الف بخوبی ادا ہونا چاہئے۔ صیغۂ تثنیہ ہے۔ ورنہ صرف فتحہ پڑھنے سے صیغہ واحد ہو جائے گا۔

(۶) قواعد صرف کی چند توجہ طلب صورتیں اوپر بیان ہوئیں قواعد نحو میں یہ امر قابل توجہ ہے کہ بالعموم ضمہ فاعل کی علامت ہے فتحہ مفعول کی علامت ہے اور کسرہ مجرور کی علامت ہے۔ اعراب بدلنے سے معنے بھی بدل جاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کی چند مثالیں ذیل میں ملاحظہ ہو:۔

(الف) وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ (۱۵/۱) اور جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے۔

(ب) وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمُ رَبَّهٗ (غلط) اور جب آزمایا ابراہیم نے اپنے رب کو۔

(الف) وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ (۱۷/۲) اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو۔

(ب) وَقَتَلَ دَاوٗدَ جَالُوْتُ (غلط) اور قتل کیا داؤد کو جالوت نے۔

(الف) وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی (۱۶/۱۶) اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بھٹکا۔

(ب) وَعَصٰٓی اٰدَمَ رَبُّهٗ فَغَوٰی (غلط) اور حکم ٹالا آدم کا اُس کے رب نے اور پھر راہ سے بھٹکا۔

(الف) وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (۱۷/۱۹) اور سلیمان داؤد کے جانشین ہوئے۔

(ب) وَ وَرِثَ سُلَيْمٰنَ دَاوٗدُ (غلط) اور سلیمان کے جانشین داؤد ہوئے۔

(الف) مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا (۲۱/۱۸) جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اُس کے رسول نے وہ سب فریب تھا۔

(ب) مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلَهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا (غلط) جو وعدہ دیا تھا اللہ نے ہم کو اور اپنے رسول کو وہ سب فریب تھا۔

(الف) اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (۲۲/۶) اسی طرح اللہ سے ڈرتے ہیں اس کے بندوں میں سے علماء۔

(ب) اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓءَ (غلط) اسی طرح اللہ ڈرتا ہے اپنے بندوں میں سے علماء سے۔

(الف) لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ (۲۶/۱۱) تحقیق اللہ نے سچ دکھایا اپنے رسول کو خواب۔

(ب) لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہَ رَسُوْلُہُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ (غلط)
تحقیق اللہ کو سچ دکھایا اس کے رسول نے خواب۔

(الف) فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (۲۹/۱۶) سو فرعون نے
رسول کی نافرمانی کی۔

(ب) فَعَصٰی فِرْعَوْنَ الرَّسُوْلُ (غلط) سو فرعون کی
رسول نے نافرمانی کی۔

(الف) اِنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ (۱/۱۰)
اللہ الگ ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول
بھی الگ ہے۔

(ب) اِنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلِہٖ (غلط)
اللہ الگ ہے مشرکوں سے اور اپنے رسول سے۔

مندرجۂ بالا مثالوں سے بخوبی واضح ہوگا کہ اعراب کی غلطی سے اکثر معنی بدل جاتے ہیں۔ بلکہ الٹ جاتے ہیں اور یہ بھی نہ ہو تو کلمہ مہمل ہو جاتا لازم ہے۔ پس تلاوت میں اعراب کی احتیاط شرط ہے ورنہ لحن جلی کا اندیشہ ہے۔

فتحہ کسرہ اور ضمہ کے سوا تَنْوِین۔ تَشْدِید۔ جَزْم اور مَدّ بھی اعراب میں داخل ہیں۔ ان میں تنوین اور مد خاص

طور پر اہم ہیں۔ چنانچہ آگے اپنے اپنے محل پر ان کا ضروری بیان درج ہے۔ علیٰ ہذا تشدید اور جزم کے نکات بھی حروف متحرک اور حروف ساکن کی بحث میں جابجا غور کرنے سے متمیز ہو سکتے ہیں۔

۲۔ رسم الخط اور قراءت

اعراب کے علاوہ قراءت میں رسم الخط کا بھی جاننا ضرور ہے۔ کہ قرآن کا رسم الخط بہت سے مقامات پر خاص ہے۔ عام رسم الخط سے جدا ہے۔ بنا براں اِعْرابْ کے سوا رَسْمُ الْخَطْ نظر انداز کرنے یا نہ سمجھنے کے سبب بھی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ جو لحن خفی سے بڑھ کر لحن جلی تک پہونچتی ہیں۔ خاص مثالیں ذیل میں درج ہیں:۔

(الف) اول یہ کہ قرآن میں بعض مقامات پر لام الف (لا) لکھا ہوا ہے لیکن الف زاید ہے صرف (ل) پڑھنے میں آتا ہے۔ الف ساقط رہتا ہے۔ دراصل یہ لام (ل) تاکید ہے۔ لیکن اگر ناواقفیت سے اس کے ساتھ الف بھی تلفظ میں شریک کر لیا جائے تو لام ل تاکید بدل کر لائے (لا) نفی ہو جائیگا اور معنیٰ بالکل الٹ جائینگے یعنی تاکید کے بجائے الٹی نفی ہو جائیگی۔ پس ان کلمات میں صرف لام (ل) پڑھنے میں آتا ہے۔ الف ساقط رہتا

ہے۔ مندرجۂ ذیل کلمات قابل توجہ ہیں۔

(۱) لَا اِلَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ (۴/۳) تحقیق اللہ ہی کی طرف کھینچ بلائے جاؤ گے۔

(۲) لَا انْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (۴/۳) ضرور تمھارے پاس سے منتشر ہو جاتے۔

(۳) لَا اتَّبَعْنٰكُمْ (۴/۳) ہم ضرور تمھارے ساتھ ہو لیتے

(۴) وَلَا اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ (۱۰/۳) اور تحقیق تمھارے درمیان دوڑے دوڑے پھرتے ہیں۔

(۵) اَوْلَا اَذْبَحَنَّهٗ (۱۹/۱۷) یا اسے ضرور حلال کر ڈالینگے۔

(۶) لَا اِلَی الْجَحِیْمِ (۲۳/۶) تحقیق طرف جہنم کے۔

(۷) لَا اَنْتُمْ اَشَدُّ رَھْبَۃً (۲۸/۵) تحقیق تمہارا ڈر زیادہ ہے۔

گویا مندرجہ بالا کلمات میں لا کا الف زائد ہے۔ ساقط رہیگا صرف لام (ل) پڑھنے میں آئیگا کہ وہ لام (ل) تاکید ہے۔

سُوْرَۃُ الْاَحْزَاب کے دوسرے رکوع میں جو کلمہ ہے لَاٰتَوْھَا (۲۱/۲) بعض روایات میں وہاں بھی زائد الف لکھا رہتا ہے یعنی لاٰتوھا یہاں بھی صرف لام (ل) پڑھنے میں آتا ہے۔ کہ لام (ل) تاکید ہے۔ الف ساقط رہتا ہے۔

(ب) دوم یہ کہ بعض دیگر کلمات میں بھی الف زاید تحریر ہوتا ہے۔ جو پڑھنے میں ساقط رہتا ہے۔ خاص مثالیں ذیل میں قابل توجہ ہیں :-

(۱) اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا (۱۲/۶) عَادًا وَّثَمُوْدَا (۱۸/۲) (۲۰/۱۶) وَثَمُوْدَا فَمَآ اَبْقٰى (۲۷/۷)۔

لفظ ثمودا میں الف پڑھنے میں ساقط ہے۔ صرف رسم الخط میں ثابت ہے۔

(۲) مَلَا۟ئِهٖ (۳/۴) (۹/۱۲) (۳/۱۸) (۱۱/۲۵) یا جہاں کہیں آئے۔ مَلَا۟ئِهِمْ (۱۱/۴) (۱۱/۳) یا جہاں کہیں آئے۔

ان کلمات میں لام (ل) کے ساتھ الف زاید ہے پڑھنے میں ساقط ہے۔

(۳) اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ (۴/۶) حرف (ف) کے بعد الف زاید ہے۔ پڑھنے میں ساقط رہیگا۔

(۴) مِنْ نَّبَا۟ئِ الْمُرْسَلِيْنَ (۷/۱۱) حرف (ب) کے بعد الف زاید ہے۔ پڑھنے میں ساقط رہیگا۔

مندرجہ بالا مثالوں سے واضح ہوگا کہ قرانی رسم الخط سے واقف رہنا کس درجہ ضرور ہے۔ مزید مثالیں ذیل میں ملاحظہ طلب ہیں :-

ل (۵) بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ (۲۶/۱۱) یہاں کلمۂ اَلِاسْمُ میں لام (ل) سے پہلے اور بعد کا الف پڑھنے میں نہیں آئیگا۔ پس اسطرح بِئْسَ لِسْمُ الْفُسُوْقُ پڑھا جائیگا۔ دراصل کلمہ اَلِاسْمُ میں لام (ل) تعریف کے ماقبل و مابعد دونوں جگہ ہمزۂ وصل واقع ہے۔ جو الف کی شکل میں لکھی جاتی ہے۔ اور بقاعدہ عربی پڑھنے میں ساقط رہتی ہے۔

(۶) اَسْتَايْئَسُوْا (۱۳/۴)، لَا تَايْئَسُوْا (۱۳/۴)، اَسْتَايْئَسَ (۱۳/۶)، لَا يَايْئَسُ (۱۳/۴)، فَلَمْ يَايْئَسِ (۱۳/۴) پہلے تین کلمات میں حرف (ت) کے بعد اور آخری دو کلمات میں حرف (ی) کے بعد الف زاید ہے۔ پڑھنے میں ساقط ہے۔

(۷) وَجِائْیٓ (۲۴/۳)(۲۳/۳) میں الف زاید ہے۔ پڑھنے میں ساقط ہے۔ لِشَائْیءٍ (۱۵/۱۶) میں الف زاید ہے۔ پڑھنے میں ساقط ہے۔

(۸) مِائَةَ۔ مِائَتَيْنِ۔ جہاں کہیں واقع ہوں۔ ان میں الف زاید ہے۔ پڑھنے میں ساقط ہے۔

(۹) ماضی اور مضارع اور امر و نہی کے صیغۂ جمع مذکر میں واؤ (و) جمع کے بعد الف زاید لکھدیتے ہیں تاکہ (و) جمع اور (و) عاطفہ میں امتیاز رہے۔ جیسے يَعْفُوْا۔ كَفَرُوْا۔ لَا تَقْرَبُوْا۔

لَا تَقْنَطُوْا ۔ لیکن ایک آدھ لفظ مستثنٰے ہے کہ (و) جمع کے بعد الف زاید نہیں لکھتے۔ خاص کر جَآءُو (۳/۱۸) و (۴/۲۸) یہ قرانی رسم الخط کی خصوصیت ہے ۔

(۱۰) بعض اسماء میں جمع کے (و) کے بعد الف لکھا جاتا ہے۔ مگر پڑھنے میں نہیں آتا۔ ساقط رہتا ہے مثلاً۔ اَنْبٰٓؤُا (۶/۶) بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ (۱۴/۱۱) اَلضُّعَفٰٓؤُا (۵/۱۴) اَلْمَلَؤُا (۲/۱۸) شُفَعٰٓؤُا (۵/۲۱) اَلْعُلَمٰٓؤُا (۱۶/۲۲) نَبَؤُا الْخَصْمِ (۱۱/۲۳) نَبَؤٌا عَظِيْمٌ (۱۴/۲۳) شُرَكٰٓؤُا (۴/۲۵) ان کلمات میں الف کے سوا (و) بھی زاید و ساقط ہے ۔

(۱۱) بعض اسم واحد کے آخر میں بھی اسی طرح الف زاید لکھا جاتا ہے۔ جو تلفظ میں ساقط رہتا ہے۔ مثلاً اِمْرُؤٌا (۴/۹) اَلْبَلٰٓؤُا (۲/۲۲) دُعٰٓؤُا (۱۰/۲۴) جَزٰٓؤُا (۵/۲۵) بَلٰٓؤُا (۱۵/۲۵) نَبَؤُا (۱۵/۲۸)۔ ان کلمات میں بھی الف کے سوا (و) بھی زاید ساقط ہے ۔

(۱۲) ذیل میں بقیہ کلمات (فعل) درج ہیں جن میں الف زاید مرسوم ہے یعنی الف زاید لکھا جاتا ہے۔ جو تلفظ میں ساقط رہتا ہے ۔

(۱) تَبُوْٓءَا (۹/۶) (۹) مَا یَعْبَوٴُا (۲/۱۹)
(۲) تَفْتَوٴُا (۴/۱۳) (۱۰) یَبْدَٓءُوا (۵/۲۱)
(۳) لِتَتْلُوَا (۱/۱۳) (۱۱) لِیَرْبُوَا (۷/۲۱)
(۴) یَتَفَیَّوٴُا (۱۲/۱۴) (۱۲) لِیَبْلُوَا (۵/۲۶)
(۵) نَدْعُوَا (۱۴/۱۵) (۱۳) نَبْلُوَا (۸/۲۶)
(۶) اَتَوَکَّوٴُا (۱/۱۶) (۱۴) بُرَءٰٓؤُا (۷/۲۸)
(۷) لَا تَظْمَوٴُا (۱۶/۱۶) (۱۵) یُنَبَّوٴُا (۱۷/۲۹)
(۸) وَیَدْرَءُوا (۷/۱۸) مندرجۂ بالا کلمات میں بھی کہیں کہیں

(و) زاید ساقط ہے۔

(ج) سوم یہ کہ نون (ن) ساکن بصورت تنوین قرآن مجید میں تین لفظوں میں لکھا جاتا ہے۔ ۱ وَلَیَکُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ (۱۳/۱۲) (۲) وَلَنَسْفَعًا (۲۱/۳۰) (۳) لفظ اِذًا جہاں کہیں واقع ہو۔ اس صراحت کی نزاکت یہ کہ چونکہ تحریر میں تنوین بالفتحہ ہے اس لئے ن کا وقف الف پر ہوگا۔ اس صورت میں (ن) کو نونِ خفیفہ کہتے ہیں۔

اس کے برعکس کَاَیِّنْ (۶/۴) وغیرہ میں جو (ن) ساکن ہے وہ دراصل تنوین ہے۔ جو بشکل (ن) مرسوم یعنی مرقوم ہے۔ اور

تنوین بشکل نون کی یہی ایک مثال قرآن میں ملتی ہے۔ پس تنوین جو معمولاً وقف میں حذف ہوتی ہے۔ باعتبار تحریر وقف میں یہاں (ن) ساکن کا کام دیتی ہے فصل چہارم میں بھی تحت مد (۱۰) اس کا حوالہ درج ہوگا۔

(د) چہارم یہ کہ حرف (و) بھی کہیں کہیں رسم الخط میں زاید لکھا جاتا ہے۔ جو پڑھنے میں ساقط رہتا ہے مثلاً سَاُورِیْکُمْ (۱۳/۷) (۷/۹) اس کلمہ میں حرف (و) زاید ہے۔ علیٰ ہذا بِالغدٰوۃ (۱۲/۱۶) (۱۵) میں و زاید ہے۔ تلفظ بالغداۃ ہے۔ الرِبٰو میں (و) مع الف زاید ہے۔ تلفظ (الربا) ہے۔ دوسری مثالیں صلوٰۃ (صلاۃ) زکوٰۃ (زکاۃ) ہیں۔ ان کے سوا (و) زاید و ساقط کی مثالیں تحت مد (ب) اوپر متعدد درج ہو چکی ہیں۔

(ھ) پنجم یہ کہ کہیں رسم الخط میں (ی) بھی زاید لکھی جاتی ہے۔ خاص کر الف کے ساتھ مثلاً والضحیٰ۔ سجیٰ۔ عَصیٰ۔ رمیٰ۔

حاصل کلام یہ کہ ہر سہ حروف علت (ا) (و) (ی) تحت رسم الخط زاید بھی تحریر میں آتے ہیں۔ یعنی بعض صورتوں میں کلمہ میں درج رہ کر تلفظ میں ساقط رہتے ہیں۔ چنانچہ خاص مثالیں

اوپر درج ہو چکی ہیں۔ ان کی بقیہ صورتیں جن میں وصل اور وقف سے فرق پیدا ہوتا ہے فصل چہارم میں وقوف کلمات کے تحت بیان ہونگی۔

واضح باد کہ جو حرف لکھا جائے مگر پڑھا نہ جائے۔ وہ مکتوب غیر ملفوظ کہلاتا ہے۔ قرآن مجید کے عام مدرسین ایسے حروف کو ہجا کراتے وقت جو ساکن کہدیتے ہیں تو یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ حرف ساکن تو خود بخود پڑھنے میں آتا ہے لیکن ایسے حروف پڑھنے میں نہیں آتے۔ زاید تحریر ہوکر ساقط رہتے ہیں۔ یہ بھی قرآنی رسم الخط کی اک خصوصیت ہے جس سے واقف ہونا ضروری ہے۔

۳۔ علامت اشباعی اشباع سے مراد کھینچنا۔ اس کی تین علامتیں ہیں۔ جو فتحہ اشباعی کسرۂ اشباعی۔ اور ضمہ اشباعی کہلاتی ہیں مثلاً جس حرف پر یہ (ـٰ) علامت ہو۔ یا یہ (ـٖ) علامت ہو۔ یا یہ (ـٗ) علامت ہو۔ اسے اتنا کھینچ کر پڑھنا چاہئے۔ کہ علی الترتیب فتحہ کے بجائے (ا) کسرۂ کے بجائے (ی) اور ضمہ کے بجائے (و) کی آواز نکلے مثلاً مٰلِكِ (مالِكِ) رُسُلِهٖ (رُسُلِهِی) لَهٗ (لَهُو)۔

فصلِ چہارم

وقوف کلمات

۱۔ ترتیل کی اہمیت قرآن کریم میں حکم ہے۔ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا (۲۹ | ۱۳) اور پڑھ قرآن کو صاف صاف واضح طور پر پس پہلی شرط یہ ہے کہ ہر کلمہ کو سالم سالم جدا جدا صاف صحیح پڑھے۔ یہ نہ کرے کہ کلموں کے ٹکڑے کر کے ایک کلمہ کا ٹکڑا دوسرے کلمہ کے ٹکڑے سے اس طرح ملائے کہ لفظ مہمل بن جائے ایسا کرنے سے تلاوت میں سخت فتور پیدا ہوتا ہے مثلاً سورۃ الفاتحہ میں سات مقامات ایسے ہیں کہ کلمات کے ٹکڑے کر کے ادھر اُدھر ملانے سے جو مہمل الفاظ بنتے ہیں بعض کے خیال میں گویا وہ شیاطین کے ناموں کے مشابہ ہو جاتے ہیں تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کو اگر یوں پڑھیں۔ اَلْحَمْدُ لِلْ لٰهِ تو اس میں دُلِل گویا شیطان کے نام سے مشابہ ہے۔

(۲) لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کو اگر یوں پڑھیں لِلّا ھِرَب

بِلْعٰلَمِیْنَ تو اس میں ھِـرَبْ گویا شیطان کے نام سے مشابہ ہے۔

(۳) مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْن کو اگر یوں پڑھیں مَالِ كِيَوْمِ الدِّيْن تو اسمیں كِيَوْ گویا شیطان کے نام سے مشابہ ہے۔

(۴) اِیَّاكَ نَعْبُدُ کو اگر یوں پڑھیں اِیَّا کَنَعْ بُدُ تو اس میں کَنَعْ گویا شیطان کے نام سے مشابہ ہے۔

(۵) اِیَّاكَ نَسْتَعِیْن کو اگر یوں پڑھیں اِیَّا کَنَسْ تَعِیْن تو اس میں کَنَسْ گویا شیطان کے نام سے مشابہ ہے۔

(۶) اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کو اگر یوں پڑھیں اَنْعَمْ تَعَلَ هِمْ تو اس میں تَعَلَ گویا شیطان کے نام سے مشابہ ہے۔

(۷) غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کو اگر یوں پڑھیں۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْ بِعَلَ هِمْ تو اس میں بِعَلَ گویا شیطان کے نام سے مشابہ ہے۔

لیکن اکثر محققین نے مثلاً علامہ سیوطیؒ نے اور ملا علی قاریؒ نے اس خیالی مشابہت کو بے اصل قرار دیا ہے۔ اور یہی تحقیق درست ہے۔ تاہم ترک ترتیل سے الفاظ جس طرح مہمل بنجاتے ہیں ظاہر ہے۔ پس لازم ہے کہ کلمات کو سالم سالم جدا جدا

صاف صحیح پڑھے۔ ان میں غفلت سے توڑ جوڑ نہ کرے کہ مہمل مرکب
بنکر معنیٰ میں فتور پیدا کریں۔ تیز تلاوت میں اکثر غلطی سرزد ہوتی ہے
احتیاط لازم ہے لیکن غلطی کے وہم میں کلمات کو خواہ مخواہ بہ تکلف
جدا جدا پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ کلمات کے متصل حروف
متصل ہی پڑھے جاتے ہیں۔ احتیاط میں مبالغہ نہ ہونا چاہیئے۔

۲۔ وقوف القرآن قرآن کی عبارت کو ایک سانس میں مسلسل
پڑھنا وصل کی صورت ہے! ورکسی کلمہ
پرتھوڑا بہت ٹھہرنا وقف کی صورت ہے۔ وقف کا عام منشا
ہے کہ وقف پر دم لے اور وقف کے بعد سے پھر ابتدا کرے۔
ہر زبان میں وقف کے علامات مروج ہیں۔ جو عبارت میں روابط
معنیٰ کے لحاظ سے درج ہوتے ہیں۔ منشا یہ کہ پڑھنے میں صحت
بسہولت حاصل ہو۔ قرآن کریم جس کی عبارت حد درجے فصیح و بلیغ
ہے۔ جس میں معنیٰ کی نزاکت ولطافت بہت اعلیٰ ہے! اس کے
وقوف میں ایک فن کی شان پائی جاتی ہے۔ چنانچہ وقوف قرآن
پر مستقل تصانیف موجود ہیں۔ اس فن کے متقدمین میں علامہ
سَجَاوَندِی کو خاص سند اور مقبولیت حاصل ہے۔ وقوف
کے جو علامات قرآن کریم میں درج رہتے ہیں اُن کے مطابق قراءت

میں وقف کیا جائے۔ اور پڑھنے والوں کو علامات مندرجہ سے وقف میں ہدایت حاصل ہو۔ پس وقوف کے علامات بغرض صحت و سہولت قرآن کریم میں درج کئے جاتے ہیں لیکن بجائے خود یہ مجوزات ہیں۔ قرآن کریم کا جز ولاینفک نہیں مانے جاتے۔

ذیل میں وقوف و علامات کی مختصر تفصیل درج کرتے ہیں جو قرآن کریم کے اکثر نسخوں میں درج رہتے ہیں کہ تلاوت کے دوران میں ان کی پابندی کی جائے تو معنیٰ مطالب کی صحت محفوظ رہے۔

۳۔ وقوف عند المتقدمین

علامات وقف کو اصطلاحاً رموز وقف بھی کہتے ہیں۔

متقدمین نے عموماً رموز وقف (۶) قرار دئے ہیں۔ چنانچہ یہ رموز قرآن کریم کے نسخوں میں درج رہتے ہیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

(ا) وقف لازم۔ اس کی علامت (م) درج ہوتی ہے منشا یہ ہے کہ یہاں وقف کرنا لازم ہے۔ وصل نہ کرنا چاہئے۔ ایسے مقامات پر وصل کرنے سے معنیٰ میں فتور آتا ہے۔ بلکہ کہیں کہیں فتورِ معنیٰ سے کفر کا خوف ہوتا ہے مثلاً

(الف) وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (۹/۱۰)

یہاں وقف کرکے پھر آگے پڑھے۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ

جَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (۹/۱۰) اگر وقف کے بجائے وصل کرے یعنی ملا کر پڑھے تو معنیٰ میں کفر کی حد تک فتور آجائیگا یعنی شبہ ہوگا کہ مومن مہاجر اور مجاہد بھی ظالمین کے زمرہ میں شامل ہیں۔ اور ہدایت سے محروم ہیں۔ حالانکہ یہ معنیٰ سراسر خلاف مطلب ہیں۔

(ب) وَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۝ (۱۲/۱۱) یہاں وقف کرکے پھر آگے پڑھے۔ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا (۱۲/۱۱) اگر وقف کے بجائے وصل کرے تو معنیٰ میں کفر کی حد تک فتور آجائیگا یعنی شبہ ہوگا کہ گویا دوسری آیت پہلی آیت کے قولھم کا مقولہ ہے۔ جو سراسر خلاف مطلب ہے۔

(ج) اَصْحٰبُ النَّارِ ۝ (۶/۲۴) یہاں وقف کرکے پھر آگے پڑھے۔ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ (۶/۲۴) اگر وقف کے بجائے وصل کرے تو معنیٰ میں کفر کی حد تک فتور آجائیگا یعنی شبہ ہوگا کہ گویا دوسری آیت اَصْحٰبُ النَّارِ کی صفت ہے جو سراسر خلافِ مطلب ہے۔

پس جہاں جہاں وقف لازم کی علامت (م) درج ہو وہاں وقف کرنا ضرور ہے۔ ورنہ اکثر صورتوں میں لحن جلی کا خوف ہے۔ قرآن کریم کے معنوں میں کم و بیش (۸۵) مقامات پر

وقف لازم کی علامت م درج ہے۔ بالعموم متن کے علاوہ بنظر مزید احتیاط حاشیہ پر بھی وقف لازم کی علامت درج کر دیتے ہیں۔ ق

(۲) وقف مطلق۔ اس کی علامت (ط) درج ہوتی ہے منشا یہ کہ یہاں وقف کرنا چاہئے۔ گرچہ وصل کی بھی گنجائش ہے تاہم وقف کو ترجیح لازم ہے۔

(۳) وقف جائز۔ اس کی علامت (ج) درج ہوتی ہے منشا یہ کہ یہاں وقف اور وصل دونوں برابر ہیں۔ چاہیں وقف کریں۔ چاہیں وصل کریں کسی کو کسی پر ترجیح نہیں۔ دونوں صورت مساوی ہیں۔

(۴) وقف مُجَوَّز۔ اس کی علامت (ز) درج ہوتی ہے منشا یہ کہ یہاں وصل کرنا چاہئے۔ گرچہ وقف کی بھی گنجائش ہے تاہم وصل کو ترجیح حاصل ہے۔ وقف مجوز گویا وقف مطلق کے برعکس ہے اور وقف جائز دونوں کے بین بین ہے۔

(۵) وقف مُرَخَّص۔ اس کی علامت (ص) درج ہوتی ہے۔ منشا یہ کہ یہاں معمولاً وصل کرنا چاہئے۔ البتہ اگر بے اختیار دم ٹوٹ جائے اور وقف اضطراری واقع ہو تو مضائقہ نہیں

وقف کی گنجائش ہے۔ گویا وقف مجوز کے مقابل وقف مرخص میں وصل کو وقف پر اور بھی ترجیح حاصل ہے۔

(۶) وقف لا۔ اس کی علامت (لا) درج ہوتی ہے۔ منشا یہ کہ یہاں وصل کرنا لازم ہے۔ وقف نہ کرنا چاہئے۔ ایسے مقامات پر وقف کرنے سے معنیٰ میں فتور آتا ہے۔ بلکہ کہیں کہیں فتورِ معنیٰ سے کفر کا خوف ہوتا ہے۔ گویا وقف لا بالکل برعکس ہے وقف لازم کے۔ اگر وقف لا پر بے اختیار دم ٹوٹ جائے اور وقف اضطراری واقع ہو تو پھر ماقبل کو مابعد سے وصل کرے یعنی ملاکر پڑھے۔ وقف کی طرح مابعد سے ابتدا نہ کرے۔

واضح ہو کہ اگر فتورِ معنیٰ کے خوف سے کسی آیت کے درمیان کہیں وقف (لا) درج ہو تو ضرور قابل تعمیل ہے۔ لیکن اگر کہیں آیت کے ختم پر وقف (لا) لکھا ہو تو اس کی تعمیل ضروری نہیں کیونکہ آیت اسی مقام پر ختم ہوتی ہے جہاں وقف ہونا چاہئے یہاں وقف کرنے میں اعادۂ قراءت کی ضرورت نہیں۔ مابعد سے ابتدا کر سکتے ہیں۔ خاص شناخت یہ بھی ہے کہ بصورت اول صرف حرف (لا) لکھتے ہیں۔ اور بصورت دوم حلقہ پر (لا) لکھتے ہیں۔ اس طرح ۝ۙ۔

۴۔ وقفِ اضطراری جہاں جہاں وقف لا کی علامت درج ہو وہاں تو احتیاط آسان ہے لیکن یہ علامت درج نہ ہو تو بھی عام اصول یہ ہے کہ وقف کرنا درست نہیں ہے مبتدا پر بغیر خبر کے۔ اور مضاف پر بغیر مضاف الیہ کے۔ اور موصوف پر بغیر صفت کے خاص کر جبکہ صفت ایک ہی ہو۔ اور موصول پر بغیر صِلہ کے اور شرط پر بغیر جزا کے۔ اور فعل پر بغیر فاعل کے اور فعل متعدی پر بغیر مفعول کے اور ذوالحال پر بغیر حال کے اور مستثنیٰ منہ پر بغیر مستثنیٰ کے اور امر پر بغیر جواب کے۔ اگر ایسے مقام پر بے اختیار دم ٹوٹ جائے اور وقفِ اضطراری واقع ہو۔ تو پھر ماقبل کو مابعد سے وصل کرے یعنی ملا کر پڑھے۔ عام وقف کی طرح مابعد سے ابتدا نہ کرے۔

مندرجۂ بالا صورتوں کی سلیس و مختصر مثالیں بغرضِ تفہیم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ دقیق و طویل مثالوں کی یہاں گنجائش نہیں

(۱) مبتدا و خبر۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں الحمد مبتدا ہے اور للّٰہ اس کی خبر ہے پس الحمد پر وقف کرنا درست نہیں کہ للّٰہ سے ابتدا کرے۔ اگر دم ٹوٹ جائے تو پھر وصل کرے اور پڑھے۔ الحمد للّٰہ۔

(۲) مضاف و مضاف الیہ۔ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں رَبّ مضاف ہے اور العٰلمین مضاف الیہ۔ ان کے درمیان وقف درست نہیں۔ اگر دم ٹوٹے تو پھر وصل کرے۔

(۳) صفت و موصوف اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں اللہ موصوف ہے اور رب العٰلمین صفت ہے ان کے درمیان وقف درست نہیں۔ بہرصورت وصل کرے۔

(۴) صلہ و موصول۔ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ میں الذین موصول ہے اور یؤمنون صلہ ہے۔ ان کے درمیان وقف درست نہیں بہرصورت وصل کرے۔

(۵) شرط و جزا۔ اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ (پ۶) میں فاغسلوا جزا ہے اور اس کا ماقبل اذا قمتم الی الصلٰوۃ شرط ہے پس ان کے درمیان وقف درست نہیں۔ بہرصورت وصل کرے۔

(۶) فعل و فاعل۔ تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ (۱۸/۱۶) میں تبارک فعل ہے۔ اور الذی نزل الفرقان فاعل ہے۔ پس ان کے درمیان وقف درست نہیں۔ بہرصورت وصل کرے

(۷) فعل و مفعول۔ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا (۱۳/۲۹)

میں قَولاً ثَقِیلاً مفعول ہے۔ پس اس کے اور ماقبل کے درمیان وقف درست نہیں۔ بہرصورت وصل کرے۔

(۸) حال وذوالحال۔ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ (۱۴) میں اِلا خائفین حال ہے اور اس کے ماقبل ذوالحال۔ پس ان کے درمیان وقف درست نہیں بہرصورت وصل کرے۔

(۹) مستثنٰی ومستثنٰی منہ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۳۰) میں الا الذین اٰمنوا مستثنٰی ہے اور اس کے ماقبل مستثنٰی منہ۔ پس ان کے درمیان وقف درست نہیں۔ بہرصورت وصل کرے۔

(۱۰) امر وجواب۔ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا (۱۱) میں ثم توبوٓا الیہ امر ہے اور اس کے مابعد جواب پس ان کے درمیان وقف درست نہیں۔ بہرصورت وصل کرے۔

اگر یہ عذر ہو کہ ہر کوئی قرآن خوان عربی داں نہیں ہوتا کہ وہ معنی سے باخبر رہے تو سہل ترکیب یہ ہے اور معمول بھی یہی ہے کہ جب دورانِ تلاوت میں کسی مقام پر دم ٹوٹ جائے یعنی وقف اضطراری واقع ہو لیکن وہاں کسی وقف کی کوئی علامت نہ ہو

تو ہمیشہ ماقبل کو مابعد سے وصل کرے یعنی ملا کر پڑھے۔ عام وقف کی طرح مابعد سے ابتدا نہ کرے۔ تا کہ فتورِ معنیٰ کا احتمال باقی نہ رہے۔

۵۔ وقف قبیح اور وقف کفران

بے محل وقف کرنے سے معنی میں جو فتور پیدا ہوتا ہے۔ اگر وہ فتور معمولی نوعیت کا ہے تو ایسے بے محل وقف کو وقف قبیحہ کہتے ہیں! ور اگر وہ فتور قباحت سے بڑھ کر کفر تک پہنچے تو ایسے بے محل وقف کو وقف کفران کہتے ہیں اس لئے عام قاعدہ یہ ہے کہ جہاں کسی وقف کی کوئی علامت نہ ہو اور وہاں وقف اضطراری واقع ہو جائے تو وصل کرلے۔ یعنی ماقبل کو مابعد سے ملا کر پڑھے۔ عام وقف کی طرح ما بعد سے ابتدا نہ کرے۔ بطور انتباہ چند مثالیں وقف کفران کی ذیل میں درج کرتے ہیں تا کہ معنیٰ کے فتور سے دلوں کو تنبیہ ہو۔ اور لوگ احتیاط کی ضرورت محسوس کریں۔ قرآن میں پوری پوری آیت دیکھنے سے معنی مطلب معلوم ہو سکتے ہیں۔

(۱) لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ (۴/۵) پر وقف کرنا جس سے یہ غلط سمجھے جائیں کہ نماز کے پاس مت پھٹکو (نعوذ باللہ)

(۲) فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ (۳۰/۴) پر وقف کرنا جس سے یہ غلط

معنی سمجھے جائیں کہ خرابی ہے نمازیوں کے لئے (نعوذ باللہ)۔

(۳) وَمَا مِنْ اِلٰهٍ (۲۳؍۲) پر وقف کرنا جس سے یہ غلط معنیٰ سمجھے جائیں کہ نہیں ہے کوئی معبود (نعوذ باللہ)۔

(۴) اِنِّیْ كَفَرْتُ (۱۲؍۶) پر وقف کرنا جس سے یہ غلط معنیٰ سمجھے جائیں کہ میں کفر کرتا ہوں (نعوذ باللہ)۔

(۵) قَالُوْا پر وقف کرکے یوں ابتدا کرنا۔ اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَاءُ (۴؍۱) جس سے یہ غلط معنیٰ سمجھے جائیں کہ تحقیق اللہ نادار ہے اور ہم مالدار ہیں (نعوذ باللہ)۔

(۶) لَتَشْهَدُوْنَ پر وقف کرکے یوں ابتدا کرنا اِنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی (۷؍۷) جس سے یہ غلط معنیٰ سمجھے جائیں کہ تحقیق اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں (نعوذ باللہ)۔

(۷) قَالَتِ الْیَهُوْدُ پر وقف کرکے یوں ابتدا کرنا عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ (۱؍۱۰) علیٰ ہذا قَالَتِ النَّصٰرٰی پر وقف کرکے یوں ابتدا کرنا اَلْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ (۱۱؍۱۰) جس سے یہ غلط معنیٰ سمجھے جائیں کہ حضرت عزیر اور حضرت مسیح اللہ تعالیٰ کے بیٹے تھے (نعوذ باللہ)۔

(۸) وَمَالِیَ پر وقف کرکے یوں ابتدا کرنا لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ

فَطَرَنِی (۲۲/۱) جس سے یہ غلط معنے سمجھے جائیں کہ نہ کرونگا میں عبادت اس کی جس نے پیدا کیا مجھ کو (نعوذ باللہ)۔

الحاصل وقف لا اور اس کے تحت وقف قبیح اور وقف کفران قابل توجہ ہیں۔ ایسے مقامات پر لاعلمی سے لحن جلی کا ارتکاب ہوتا ہے۔ اس سے محفوظ رہنے کا عام قاعدہ یہی ہے کہ جہاں وقف اضطراری واقع ہو تو وہاں ماقبل کو مابعد سے وصل کرلے یعنی پھر ملا کر پڑھے۔ عام وقف کی طرح مابعد سے ابتدا نہ کرے۔ بلکہ جہاں تک علم ہو وقف کفران کے محل پر وقف اضطراری بھی نہ ہونے دے کہ خلاف ادب ہے مثلاً رسول اللہ کی شان میں قرآنی آیت ہے سورۃ التوبہ میں لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ (۱۱/۵) اب اگر کلمہ حریص پر وقف اضطراری واقع ہو تو سوء ادب سے خالی نہیں کہ رسول اللہ گویا حریص قرار پاتے ہیں البتہ علیکم کے وصل سے معنے بالکل بدل جاتے ہیں۔ پس ایسی جگہ وقف اضطراری بھی نہ ہونا چاہئے۔ اور بعد میں ماقبل کو مابعد سے وصل کرنے پر سوء ادب کی تلافی نہیں ہوتی۔ البتہ کسی کو معنے معلوم ہی نہ ہوں تو وہ معذور سمجھا جا سکتا ہے۔

۶۔ وقوف عند المتاخرین

مندرجۂ بالا (۶) وقوف یعنی وقف لازم۔ وقف مطلق۔ وقف جائز۔ وقف مُجَوَّز۔ وقف مُرَخَّص! ور وقف لَا اور ان وقوف کے مقامات متقدمین نے تجویز کئے تھے۔ جو تلاوت کی صحت و سہولت کی خاطر قران کے اکثر نسخوں میں درج رہتے ہیں ان کے سوا کچھ وقوف اور ان کے مقامات بعد کو بھی تجویز ہوئے جو متاخرین سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ ان کا منشا بھی وہی ہے کہ تلاوت میں صحت بسہولت حاصل ہو۔ یہ علامات بھی قران کے اکثر نسخوں میں درج رہتے ہیں متقدمین و متاخرین ہر دو شعبہ کے بعض وقوف ایک دوسرے سے بہت مشابہ ہیں بعض قدرے مختلف ہیں۔ وقوف متاخرین کی مختصر تفصیل ذیل میں درج ہے۔

(۱) قِفْ (صیغۂ امر از وقف) اس علامت کا منشاء یہ ہے کہ یہاں وقف کریں لیکن نہ کریں تو بھی مضائقہ نہیں۔ گویا یہ وقف وقف مطلق اور وقف جائز کے بین بین ہے۔

(۲) قؔ (مخفف قیلَ علیه الوقف) اس علامت کا منشاء یہ ہے کہ یہاں پر وقف پر وصل کو قدرے ترجیح حاصل ہے گویا یہ وقف وقف جائز اور وقف مجوز کے بین بین ہے۔

(۳) صلؔ (مخفف قلایُوصل) اس علامت کا منشاء یہ ہے کہ یہاں وقف سے وصل بہتر ہے۔ گویا یہ وقف مجوز کے مشابہ ہے۔

(۴) صلےؔ (مخفف الوصل اولےٰ) اس علامت کا منشاء یہ ہے کہ یہاں وقف سے وصل بہتر ہے۔ گویا یہ وقف مرخص کے مشابہ ہے۔

(۵) کؔ (مخفف کذٰلکَ) اس علامت کا منشاء یہ ہے کہ یہاں بھی وہی وقف ہے جو سابق میں درج ہے۔

۷۔ اجتماع وقوف

وقف تام جس کو عرف عام میں آیت کہتے ہیں اس کی علامت ○ یا ۃ بنی ہوتی ہے منشاء یہ ہے کہ یہاں وقف کیا جائے لیکن اگر علامت آیت پر کسی دوسرے وقف کی علامت بھی درج ہو مثلاً ○ؒ ○ؔ ○ؗ وغیرہ تو آیت اس علامت کی تابع رہیگی یعنی وقف دوسری علامت کے مطابق عمل میں آئیگا۔ یا کم از کم دوسری علامت کو وقف میں ترجیح حاصل رہیگی۔

چنانچہ علامت (لا) کو بھی آیت کی علامت پر لکھتے ہیں گویا اس طرح ○ؒ ایسی آیت کو آیت لا بھی کہتے ہیں اس کا منشاء

یہ ہے کہ وقف سے وصل بہتر ہے۔ گویا یہ وقف ۞ عملاً وقوف مجوزہ کے مشابہ ہے لیکن کہیں صرف حرف (لا) لکھتے ہیں لیس کے تحت علامت آیت نہیں لکھتے! اس کا منشا ہے کہ یہاں وقف کرتے ہیں اعادہ قراءت کی ضرورت نہیں بلکہ مابعد سے ابتدا کر سکتے ہیں۔ وجہ یہ کہ آیت وہیں ختم ہوتی ہے۔ جہاں وقف ہونا چاہیئے۔ چنانچہ یہ صراحت اوپر درج ہو چکی ہے۔

علیٰ ہذا علامت آیت کے بغیر بھی بعض مقامات پر دیگر وقوف کی دو یا زیادہ علامات یکجا اوپر تلے لکھی رہتی ہیں۔ ایسی صورت میں ہر علامت پر عمل درست سمجھا جاتا ہے۔ البتہ اوپر والی علامت قابل ترجیح مانی جاتی ہے۔ مثلاً ج صلے۔

۸۔ **بعض خاص وقوف** مندرجۂ بالا وقوف جو عام ہیں۔ ان کے سوا چند وقوف خاص ہیں جو مختصراً ذیل میں درج ہیں:۔

(الف) وقفہ۔ اس علامت کا منشا یہ ہے کہ ٹھیرے مگر وقف سے کم ٹھیرے۔ ذرا ٹھہرتا ہوا بڑھ جائے۔ مثلاً وَاعْفُ عَنَّا وقفہ وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ وَارْحَمْنَا وقفہ اَنْتَ مَوْلٰنَا (ع) لیکن چاہیں تو ایسے کلمات پر وقف یا وصل بھی کر سکتے ہیں۔ یہ دونوں صورتیں بھی جائز ہیں۔

(ب) سکتہ (س) اس علامت کا منشاء یہ ہے کہ برائے نام ٹھیرے کہ وصل سے ذرا ہی فرق رہ جائے اور دم نہ ٹوٹنے پائے چنانچہ مقولہ ہے کہ سکتہ وصل کے قریب رہتا ہے اور وقفہ وقف کے قریب۔ قرآن کریم میں یہ سکتہ صرف چار مقام پر واقع ہے۔ ملاحظہ ہو:-

(۱) سورۃ الکہف میں عِوَجًا ۜ قَيِّمًا (۳/۱۵) عِوَجًا کی تنوین کو الف سے بدل کر سکتہ کریں۔

(۲) سورۃ یٰسٓ میں مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا (۳/۲۳) مرقدنا کے الف پر سکتہ ہوگا۔

(۳) سورۃ القیمہ میں وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ (۱/۲۹) من کے (ن) پر سکتہ ہوگا۔

(۴) سورۃ التطفیف میں كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ (۳۰/۴) بل کے (ل) پر سکتہ ہوگا۔

وقفہ اور سکتہ تھوڑی ہی مشق سے سمجھ میں آجاتا ہے۔

(ج) مُعَانَقَہ۔ اس کی علامت (مع) اور (∴) بھی درج ہوتی ہے۔ یہ علامت عبارت میں قریب ہی قریب دو جگہ ایک ساتھ لکھی جاتی ہے۔ منشا یہ کہ ایک جگہ وقف کریں تو دوسری جگہ وصل کریں۔ پہلی جگہ خواہ وقف کریں خواہ وصل۔ دوسری جگہ عمل

اس کے برعکس ہوگا۔ البتہ چاہیں تو دونوں جگہ وصل کر سکتے ہیں لیکن دونوں جگہ وقف کرنا درست نہ ہوگا مثلاً

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (۲/۱)

اس مثال میں اگر لاریب پر وقف کریں تو فیہ کو ھدًی سے وصل کریں۔ اور جو لاریب کو فیہ سے وصل کریں تو فیہ پر وقف کریں۔ دونوں صورتیں درست ہیں۔ نیز چاہیں تو دونوں جگہ وصل کر سکتے ہیں۔

اساتذہ نے معانقہ میں جس جگہ وقف کو ترجیح دی ہو وہاں علامت معانقہ پر لفظ قلے لکھ دیتے ہیں۔ جو مخفف ہے وقف اولیٰ کا۔ یعنی یہاں وقف کرنا بہتر ہے اور اس کے ساتھ ہی دوسری جگہ جہاں وصل کو ترجیح ہو وہاں علامت معانقہ پر لفظ صلے لکھ دیتے ہیں جو مخفف ہے وصل اولیٰ کا یعنی یہاں وصل کرنا بہتر ہے۔ لیکن کتابت و تلاوت میں یہ پابندی لازم نہیں اختیاری ہے مثلاً بعض نسخوں میں مذکورہ بالا مثال کو یوں لکھتے ہیں۔

ذٰلك الكتٰب لاريب ۛ صلے فيه ۛ قلے هدًى للمتقين (۲/۱)۔

معانقہ میں بھی ایک دو مقام خاص طور سے توجہ طلب ہیں۔ منجملہ ایک مقام ہے۔ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (۱۱/ب) یہاں اگر منٰفقون پر وقف کریں تو المدینۃ پر وصل کریں! ور اگر منٰفقون پر وصل کریں تو المدینۃ پر وقف کریں علیٰ ہذا ایک دوسرا مقام ہے۔
بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (۲۲/ب) بعض قراء کے نزدیک نہ امر پر وقف ہے نہ سلٰم پر! ور بعض امر پر وقف کرتے ہیں۔ سلٰم پر وقف نہیں کرتے! ور بعض اس کے برعکس سلٰم پر وقف کرتے ہیں۔ امر پر وقف نہیں کرتے لیکن بالعموم امر پر وقف قابل ترجیح سمجھا جاتا ہے۔ تاہم یہ خیال کہ سلٰم پر وقف نہیں ہو سکتا درست نہیں معلوم ہوتا ورنہ معانقہ کی صورت قائم نہیں ہو سکتی۔ البتہ معانقہ کے مقام پر دونوں جگہ وصل کیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ چنانچہ سابق میں بھی صراحت ہو چکی ہے۔

مندرجہ بالا معانقوں میں قواعد عربی اور معنیٰ کے اعتبار سے جو نزاکت ہے۔ وہ عربی کے ادیب بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ یہاں صرف قراءت کا قاعدہ بیان ہوا۔ ادبی بحث کی گنجائش نہیں۔

قرآن کریم میں جملہ (۳۴) مقام پر معانقہ درج ہے۔ ان میں سے (۱۶) مقامات عند المتقدمین ہیں اور باقی (۱۸) مقامات عند المتاخرین۔

۹۔ وقوف البرکۃ تین قسم کے وقف کہیں کہیں قران کریم کی آیات پر درج رہتے ہیں۔ وقف النّبی وقف غفران اور وقفِ جبریل یا وقف منزل۔ ان مقامات پر وقف کرنا باعث ثواب سمجھا جاتا ہے لیکن ان وقوف کو بھی لزوم کی سند حاصل نہیں ہے۔ تاہم یہ وقوف حسن مانے جاتے ہیں۔ ان کے سوا بھی بعض نسخوں میں کچھ علامات درج رہتے ہیں مثلاً (ھ) (ی)، جن سے مراد ہے (۵) آیات یا (۱۰) آیات۔ کیونکہ (ھ) کے عدد (۵) ہیں اور (ی) کے عدد (۱۰)۔ وقس علی ہذا لیکن ایسے زاید علامات قابل التفات نہیں ہوتے۔ اس لئے ان کی تفہیم چنداں ضرور نہیں۔ بلکہ باعث طوالت ہوگی۔

الحاصل وقوف کی بہت سی قسمیں قرار دی گئی ہیں۔ جن میں سے اکثر اوپر بیان ہوئیں لیکن تفصیلات کے قطع نظر عملی لحاظ سے صرف پانچ وقوف اہم اور قابل توجہ ہیں یعنی وقف لاؔزم۔ وقف مطلق۔ وقف جائز۔ وقف قبیح اور وقف کفران۔

۱۰۔ وقف کے طریق وقف کے اقسام اوپر بیان ہو چکے۔ وقف کے طریق ذیل میں بیان کرتے ہیں۔ اس بیان میں ضمناً صفاتِ حروف اور ترکیبِ حروف کا بھی

ذکر کہیں کہیں آئیگا۔ جس سے مفر نہیں۔ مثلاً تنوین کا ذکر لیکن وہ ذکر آگے کی فصلوں میں صفاتِ حروف اور ترکیبِ حروف کے تحت بخوبی واضح ہوجائیگا۔

(الف) جس کلمہ پر وقف واقع ہو اس کے کلمہ کے آخر اگر کسرہ یا ضمہ ہو بلا تنوین یا مع تنوین کے یا فتحہ ہو بلا تنوین کے تو ان سب حالتوں میں حرکت ساقط ہوجائیگی اور وہ کلمہ ساکن پڑھا جائیگا۔ مثلاً زیدِِ۔ زیدُ۔ زیدِ۔ زیدٌ۔ زیدَ یہ سب بحالتِ وقف زیدْ پڑھے جائینگے۔ اس قاعدہ کو اصطلاحاً اسکان کہتے ہیں۔ یا وقف بالسکون۔

(ب) جس کلمہ پر وقف واقع ہو۔ اس کلمہ کے آخر اگر فتحہ ہو مع تنوین کے۔ خواہ تنوین مرسوم بہ الف ہو جیسے۔ زیداً۔ علیماً یا بلا الف ہو جیسے جزءً۔ دعآءً تو بحالت وقف کلمہ الف کے ساتھ پڑھا جائیگا۔ مثلاً زیداً (زیدا) علیماً (علیما) جزءً (جزءا) دعآءً (دعآءا) بنآءً (بنآءا) سوآءً (سوآءا) ندآءً (ندآءا) مآءً (مآءا) ھدًی (ھدا)۔ اس صورت کو اصطلاحاً وقف بالابدال بھی کہتے ہیں۔

(ج) تنوین کے سلسلے میں یہ امر قابل توجہ ہے کہ کسی کلمہ کے

آخر میں تنوین ہو اور حالت وقف میں اس کی تنوین ساقط ہو جائے یا الف سے بدل جائے! ورنہ دونوں شکلیں اوپر واضح ہو چکی ہیں۔ ایسی حالت میں وقف میں اگر تنوین کے بعد ہمزۂ وصل ہو تو وہ استعمال ہو گی بموجب قاعدہ ابتدا بسکون کے۔ ایسی جگہ ہمزۂ وصل کو حرکت نہ دیکر پھر تنوین کو کسرہ دیکر پڑھنا یعنی نون نِ مکسورہ پڑھنا درست نہیں ہے۔ چونکہ ایسی غلطی مروج ہے انتباہ ضروری معلوم ہوا۔ البتہ اگر تنوین کے مابعد ہمزۂ وصل ہو اور تنوین پر وقف نہ کر کے وصل کیا جائے تو (ن) تنوین کو کسرہ دیکر پڑھتے ہیں۔ بوجہ التقائے ساکنین کے اور اس کی علامت اکثر مصاحف میں نون مکسورہ (نِ) لکھدیتے ہیں جیسے

مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۨ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ (۳/۵) (۱۹/۲۷)

عَذَابًا اَلِيْمًا ۨ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ (۱۷/۵)

جَمِيْعًا ۨ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ (۱۷/۵)

ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۨ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ (۲/۱۲)

خَبِيْرًا ۨ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ (۳/۱۹)

قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۨ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ (۲/۲۲)

اِلَّا نُفُوْرَا ۨ اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ (۱۶/۲۲)

عَلِیْمُوْنِ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ (۴/۲۴)

مُّعْتَدٍ مُّرِیْبِنِ الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (۶/۲۶)

بِقَلْبٍ مُّنِیْبِنِ ادْخُلُوْهَا (۱۷/۲۶)

شَیْبَانِ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ (۱۳/۲۹)

اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ (۱۷/۲۹)

ایسا نون (ن) تنوین جو بحالت وصل مکسورہ پڑھا جائے اصطلاحاً (ن) قطنی کہلاتا ہے۔

نون (ن) ساکن اور تنوین کی بحث فصل سوم میں بھی تحت مد (۲) قابل توجہ ہے۔

(د) رسم الخط میں کہیں الف کے عوض (و) لکھتے ہیں مثلاً صلٰوۃ۔ زکٰوۃ۔ مشکٰوۃ۔ اور کہیں (ی) لکھتے ہیں۔ مثلاً والضحٰی۔ سجٰی۔ عطٰی۔ رمٰی۔ وصل اور وقف دونوں حالتوں میں یہ الف قائم رہتا ہے۔ الف کو مقدم سمجھ کر دوسرے اعتبار سے (و) اور (ی) ایسے کلمات میں زاید شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ فصل سوم میں یہ اعتبار بھی درج ہو چکا ہے۔

(ھ) لفظ (نَا) اور (رَا) میں جہاں جہاں وہ واقع ہیں ہمزہ کے بعد تلفظ میں الف ہے۔ اگرچہ رسم الخط میں ساقط ہے۔

پس وقف میں ہمزہ کے بعد الف رہیگا۔ البتہ (۱) جب کسی حرف ساکن کے ساتھ وصل ہوگا۔ تو اس کا الف تلفظ سے ساقط ہو کر صرف ہمزہ رہ جائے گا التقاء ساکنین کے سبب جیسے رَاَ الشَّمۡسَ (۵/۱۶)

(و) علیٰ ہذا تَرَآءَ الۡجَمۡعٰنِ (۸/۱۹) میں ہمزہ کے بعد الف التقاء الساکنین کے سبب تلفظ میں ساقط ہے۔ رسم الخط میں بھی ساقط ہے لیکن وقف میں ہمزہ کے بعد الف عود کرتا ہے یعنی تَرَاءَا

(ز) الف کے متعلق ضروری امور جو وصل و وقف میں پیش آتے ہیں ذیل میں درج ہیں ان کے سوا دیگر امور رسم الخط کے تحت فصل سوم میں بھی بیان ہو چکے ہیں۔

(۱) اَنَا ضمیر متکلم منفصل میں گرچہ حرف الف مرسوم ہے یعنی تحریر میں آتا ہے لیکن وصلاً بلا الف (اَنَ) پڑھا جاتا ہے۔ البتہ وقفاً بالالف پڑھتے ہیں یعنی الف پر وقف کرتے ہیں۔ علی ہذا لٰكِنَّا (۱۵/۱۷) جو اصل میں (لٰكِنۡ اَنَا) تھا۔ اس کلمہ میں بھی یہی عمل ہوتا ہے۔

(۲) الظُّنُوۡنَا (۲۱/۲۱) الرَّسُوۡلَا (۲۲/۵) السَّبِيۡلَا (۲۲/۵) حالت وصل میں تینوں کلمات کا آخر الف ساقط ہو جاتا ہے البتہ حالت

وقف میں قائم رہتا ہے۔

(۳) قَوَارِيْرَا۠ قَوَارِيْرَا (پ۲۹) پہلے قواریرا کا وقف الف پر ہے۔ اور دوسرے قواریرا کا وقف بغیر الف کے البتہ وصل میں دونوں کلمات کا آخر الف ساقط رہیگا۔

(۴) سَلٰسِلَا۠ (پ۲۹) حالت وصل میں آخرالف ساقط ہوکر صرف فتحہ رہتا ہے۔ البتہ حالت وقف میں الف ساقط بھی ہوسکتا ہے۔ قائم بھی رہ سکتا ہے۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

(۵) سات کلمے ہیں جن کا وقف ہوتا ہے الف کے ساتھ اور وصل ہوتا ہے بغیر الف کے۔ اَنَا۔ لٰكِنَّا۔ الظُّنُوْنَا۔ الرَّسُوْلَا۔ السَّبِيْلَا۔ قَوَارِيْرَا۔ سَلٰسِلَا۔ ان کا ذکر سابق میں بھی آچکا ہے۔

(۶) جس کلمہ کے آخر ہمزہ رہے۔ اس کا وقف ہمزہ پر ہوگا۔ اگرچہ رسم الخط اس کا الف یا (و) یا (ی) سے ہو مثلاً مِنْ نَّبَاِئ الْمُرْسَلِيْنَ (پ۷) (نبایٔ) میں رسم الخط الف اور (ی) سے ہے لیکن تلفظ فقط ہمزہ سے ہے اور وقف بھی ہمزہ سے ہے۔ الف بہرصورت ساقط ہے اور (ی) بھی۔

(ح) الف کے سوا بعض دیگر حروف کے متعلق بھی وقف کی خاص صورتیں ذیل میں درج ہیں:-

(۱) جس کلمہ کے آخر میں گول ت (ۃ) ہو۔ بحالت وقف وہ ہائے ہوز (ہ) میں بدل جائیگی مثلاً رحمۃ بصورت وقف رحمہ اور صلوٰۃ بصورت وقف صلوٰہ پڑھی جائیگی لیکن جس لفظ کے آخر میں لنبی (ت) ہو تو بحالت وقف وہ (ت) برقرار رہیگی مثلاً بنت۔ مسلمات بعض جگہ رسم الخط میں رحمۃ کو (ت) سے لکھا ہے یعنی رحمت ایسی صورت میں وقف بھی (ت) پر ہوگا مثلاً رَحْمَتُ اللّٰهِ (۱۱/۲) ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا (۱۶/۱) علیٰ ہذا امرأۃ اور امرأت مثلاً اِمْرَأَتَ نُوْحٍ وَّامْرَأَتَ لُوْطٍ (۲۸/۲۰) گول (ۃ) اصطلاحاً تاء مربوطہ کہلاتی ہے! ورلنبی (ت) کو اصطلاحاً تاء طویلہ کہتے ہیں۔

(۲) جہاں رسم الخط میں ایک واؤ (و) اور تلفظ میں دو واؤ (و) ہیں تو وقف بھی دو (و) سے ہوگا مثلاً تَلْوٗا (۵/۱۷) لِتَسْتَوٗا (۲۵/۶) فَاْوٗا (۱۵/۱۴) علیٰ ہذا لِيَسُوْءٗ (۱۵/۱) میں ہمزہ مضمومہ کے بعد تلفظ میں واو (و) ہے۔ گرچہ رسم الخط میں (و) ساقط ہے۔ تاہم اس کا وقف بھی (و) پر ہوگا۔

(۳) سات کلموں کے آخر میں ہائے (ہ) سکتہ ہے جو وصل اور

وقف دونوں حالتوں میں ساکن رہتی ہے۔ لَمْ يَتَسَنَّهْ (۳/۳)
فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (۷/۱۶) كِتَابِيَهْ (۲۹/۵) حِسَابِيَهْ (۲۹/۵)
مَالِيَهْ (۲۹/۵) سُلْطَانِيَهْ (۲۹/۵) مَا هِيَهْ (۳۰/۲۶)۔

(۴) جہاں رسم الخط میں ایک (ی) ہے اور تلفظ میں دو (ی) ہیں۔ وہاں وقف بھی دو (ی) سے ہوگا مثلاً انت وَلِیّ (۱۳/۵) يُحْيِ (۳/۳)۔

(۵) نحیی۔ یحیی۔ جہاں کہیں واقع ہوں۔ جب کلمہ مابعد سے وصل ہوں تو صرف ایک (ی) پڑھی جاتی ہے اور اجتماع سَاکنین کی وجہ سے ایک (ی) گر جاتی ہے لیکن ان کا وقف دو (ی) پر ہوتا ہے۔

(۶) فَمَا آتٰنِیَ اللّٰهُ (۱۹/۶) میں (ن) کے بعد اور اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰهُ (۱۹/۹) میں اور علیٰ هٰذا النَّبِیِّ بِهِمْ (۱۹/۳) میں (ی) کے بعد ے غیر مرسوم ہے یعنی رسم الخط میں زائد ہے۔ تاہم وصل میں مفتوحہ پڑھتے ہیں اور وقف میں (ی) ساکن ہو جاتی ہے مثلاً اٰتٰنِیْ۔

(ط) اگر حرف مشدد پر وقف ہو تو اس حرف کی صوت کو دو حرف کے برابر جاری رکھنا ضروری ہے مثلاً مِنَ الْمَسِّ (۳/۶) جَآنّ (۲/۱۲) اَلْمَفَرّ (۲۹/۱۷) میں (س) (ن) اور (ر) کی آواز کو دو حرف کے برابر جاری رکھنا چاہیئے۔ اگر ایسے حرف رخوہ نہ ہوں

بلکہ شدّ یا مدّ ہوں تو آواز دو حرف کے برابر جاری رکھکر قلقلے کا اظہار کر لینا چاہئے۔ مثلاً حَقّ (۱۱/۱۱) تَبَّ (۳۶/۴)

۱۱۔ خلاصہ وقوف کلمات میں بعض غلطیاں لحن جلی کی صورت پیدا کرتی ہیں۔ اور یوں بھی وقوف کی واقفیت حسن ترتیل کے واسطے ضروری ہے۔

اوپر کی تفصیل سے واضح ہوگا کہ تلاوت قرآن کے سلسلہ میں کس درجہ ضروری معلومات ملت میں پھیلانے کی ضرورت ہے۔ جو لوگ قرآنی تحریک کے حامی ہیں اگر وہ مسجدوں۔ مکتبوں اور محلہ محلہ موقع کے مکانوں کو مرکز قرار دیکر ہفتہ وار ترتیل کی تعلیم کا عام انتظام کریں اور قاری بھی ان کا ہاتھ بٹائیں تو جلد ایسی فضا پیدا ہو سکتی ہے کہ مسلمان مرد اور مستورات۔ بچے۔ بوڑھے۔ نوجوان سب اپنی اپنی استعداد کی حد تک ترتیل سے واقفیت حاصل کریں۔ البتہ یہ شرط ضرور ہے کہ ترتیل کی تعلیم سہل اور دلچسپ پیرایہ میں پیش کی جائے۔ چنانچہ تسہیل الترتیل سے اس کام میں کافی مدد حاصل ہو سکتی ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

فصل پنجم

مخارج حروف

۱۔ مخارج کی غلطی جملہ حروف کے دو اعتبار ہیں۔ ایک ان کے مخارج دوسرے ان کے صفات۔
ہر دو اعتبار حروف کے صحیح تلفظ کے جزو لاینفک ہیں چنانچہ مخارج حروف اور صفات حروف کی کیفیت آئندہ جداگانہ پیش ہوگی۔
یہاں اول یہ دکھانا مقصود ہے کہ مخارج یا صفات کی غلطی سے معنی میں کس درجے تغیر ہو جاتا ہے اور کس درجہ ہر دو اعتبار میں صحت ضروری ہے۔ چنانچہ ذیل میں مثالیں ملاحظہ ہوں :۔

(۱) ا ء ۔ ع

(۱) عمل ۔ کام (۲) امل ۔ امید

(۱) عزم ۔ پختہ ارادہ ۔ بڑا (۲) ازم ۔ آفت ۔ بلا

(۱) عظیم ۔ اسم الٰہی ۔ بڑا (۲) ازیم ۔ آفت زدہ

(۱) علیم ۔ اسم الٰہی ۔ خوب (۲) الیم ۔ رنجیدہ ۔ رنجیدہ جاننے والا ۔

(الف) اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (صحیح) جن پر انعام کیا تو نے ۔

(ب) اَنَمْتَ عَلَیْھِمْ (غلط) جن پر نیند کو غالب کیا تو نے ۔

(الف) اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِیْمُ (صحیح) تیرا رب جو ہے وہی ہے بنانے والا خبردار ۔

(ب) ان ربك هو الخلاق الالیم (غلط) تیرا رب جو ہے وہی ہے بنانے والا رنجیدہ یا رنج دینے والا ۔

(۲) ت ۔ ط

(۱) طلب ۔ مانگ	(۲) تلب ۔ مہمل
(۱) طریق ۔ راستہ	(۲) تریق ۔ مہمل
(۱) طاعت ۔ عبادت	(۲) تائت ۔ مہمل

(۳) ث ۔ س ۔ ص

(۱) اثم ۔ گناہ	(۲) اسم ۔ نام
(۱) ثُمَّ ۔ پھر	(۲) سُمَّ ۔ زہر دیا گیا ۔
(۱) ثَمَّ ۔ وہاں	(۲) سَمَّ ۔ زہر دیا ۔
(۱) لَبِثَ ۔ قیام کیا ۔	(۲) لَبِسَ ۔ لباس پہنا ۔
(۱) ثواب ۔ اجر	(۲) صواب ۔ درست
(۱) صمد ۔ اسم الٰہی بے نیاز	(۲) ثمد ۔ چھوٹا گڑھا جس میں

بارش کا پانی جمع ہوتا ہے۔
یا جمع شدہ پانی۔

(۱) سیف۔ تلوار (۲) صیف۔ موسم گرما۔
(۱) عسٰی۔ قریب ہے (۲) عصٰی۔ گناہ کیا
(۱) نصر۔ مدد (۲) نسر۔ گدھ جانور
(۱) صَلُّوْا۔ صلاۃ بھیجو (۲) سَلُّوْا۔ تلوار کھینچو
(۱) اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ (صحیح) جب آئی نصرت اور مدد اللہ کی
(۲) اِذا جاء نسر اللّٰہ (غلط) جب آیا گدھ اللہ کا۔
(۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ (صحیح) اے اللہ صلاۃ بھیج محمدؐ پر (درود شریف)۔
(۲) اللھم سل علی محمد (غلط) اے اللہ تلوار کھینچ محمدؐ پر (بد دعا)۔
(۱) صَلُّوْا عَلَیْہِ (صحیح) صلاۃ بھیجو اس پر (درود شریف)۔
(۲) سلوا علیہ (غلط) تلوار کھینچو اس پر (بد دعا)۔
(۱) صَلُّوْا عَلَی النَّبِیِّ (صحیح) صلاۃ بھیجو نبی پر۔
(۲) سلوا علی النبی (غلط) تلوار کھینچو نبی پر۔

(۴) ح - ھ

(۱) رحمٰن - (اسم الٰہی) بڑا مہربان (۲) رھمٰن - برسنے والا ابر

(۱) رحیم - (اسم الٰہی) نہایت رحم والا۔ (۲) رھیم - برسنے والا ابر

(۱) اللہ احد - اللہ ایک (۲) اللہ اھد - اللہ بُز دل. ضعیف القلب۔

(۱) احمد - بہت ستائش کرنے والا۔ (۲) اھمد - جاندار جو بھوک سے قریب المرگ ہو۔

(۱) محمد - بہت ستائش کیا گیا۔ (۲) مھمد - بھوکوں مارا گیا. بیدم۔

(۱) حمد - ستائش کرنا۔ (۲) ھمد - بھوکوں مرنا - آگ کا بجھانا - آگ کا بجھ جانا۔

(۱) الحمد للہ (صحیح) سب تعریف واسطے اللہ کے۔

(۲) الھمد للہ (غلط) بھوکوں مرنا - بے دم ہوجانا واسطے اللہ کے۔

(۵) خ - ق - ک

(۱) قال - کہا (۲) خال - خیال کیا (۳) کال - ناپا

(۱) قلب ۔ دل　(۲) خلب پنجے سے اڑا لینا ۔ لڑائی کرنا　(۳) کلب ۔ کتا

(۱) قل ۔ کہہ　(۲) خل ۔ خیال کر　(۳) کل ۔ کھا

(۶) د ۔ ض

(۱) دالین ۔ رہبر ۔ راستہ بتانے والا ۔

(۲) ضالین ۔ گمرہ ۔ راستے سے بھٹکنے والا ۔

(۱) رضی اللہ عنہ (صحیح) راضی ہو اللہ ان سے ۔

(۲) ردی اللہ عنہ (غلط) ہلاک ہوا اللہ اُن سے (جدا ہو کر)

(۷) ذ ۔ ز ۔ ظ ۔ ض

(۱) ذل ۔ خواری　(۲) ظل ۔ سایہ　(۳) ضل ۔ گمراہی ۔

(۱) عزم ۔ پختہ ارادہ ۔ بڑا　(۲) عظم ۔ ہڈی

(۱) انذار ۔ ڈرا ۔ دور ہو ۔　(۲) انظر ۔ دیکھ

(۱) عظیم ۔ (اسم الٰہی) بڑا　(۲) ازیم ۔ آفت کا مارا

(۱) وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ (صحیح) اور وہی ہے اوپر سب سے بڑا ۔

(۲) وَهو العلی الازیم (غلط) اور وہی ہے اوپر آفت کا مارا ۔

غرض کہ مخارج حروف یا صفات حروف کی غلطی سے الفاظ کے معنی میں جو تغیر ہوتا ہے بعض صورتوں میں اسکو دیکھکر رونگٹے کھڑے ہوتے لیکن احتیاط میں

مبالغہ کی حد تک وہم کرنا بھی درست نہیں۔ بے توجہی سے تلفظ میں غلطی نہ کرنی چاہیئے۔ جہاں تک بن پڑے صحیح تلفظ کی کوشش کرے۔ ورنہ پوری صحت کا کون ذمہ لے سکتا ہے۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللہُ۔ کوشش کے باوجود جو خامی رہ جائے اللہ تعالےٰ معاف فرمائے۔ لَا یُکَلِّفُ اللہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (پ ۳)

۲۔ مخارج حروف

غور کرنے سے واضح ہوگا کہ ہر حرف ایک مقررہ قسم کی مفرد صوت یا سادہ آواز ہے۔ جب زبان یا دہان کو جنبش دیں کہ ان کے کوئی دو عضو میں یعنی اصطلاحی زبان میں الصاق واقع ہو! ورساتھ ہی سانس کو باہر سے اندر یا اندر سے باہر اس طرح لیں کہ وہ گلے یا منہ کے کسی مخصوص مقام سے رگڑے یا ٹکر کھائے تو وہ صوت پیدا ہوتی ہے جو حرف کہلاتی ہے۔ پس جس مقام سے کوئی حرف نکلتا ہے وہی مقام اصطلاحًا اس حرف کا مخرج کہلاتا ہے۔

عربی حروف میں عجب کمالات ہیں بلحاظ جامعیت اور ترکیب کے۔ جو دوسری زبانوں کے حروف میں کم پائے جاتے ہیں، لیکن یہاں صراحت کی گنجائش نہیں! اس کے واسطے مستقل بحث درکار ہے۔ ایک عام خصوصیت یہ ہے کہ ہر حرف کے صحیح تلفظ کے لئے اس کا اپنا اپنا مخرج مقرر ہے اور اسی مخرج سے ادائی پر حرف کا صحیح تلفظ موقوف ہے۔ ان مخارج کا لحاظ کئے بغیر

حروف کا تلفظ کیا جائے تو صحیح عربی حروف کا تلفظ ادا نہیں ہوتا چنانچہ بعض حروف جن کی آوازیں مشابہ معلوم ہوتی ہیں ان کو ان کے صحیح مخرج سے ادا کیا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ ان کا تلفظ اور آواز بالکل جداگانہ اور فرق نمایاں ہے۔ مثلاً (ہمزہ اور عین) (الف اور عین ساکن)۔ (تا۔ طا)۔ (ثا۔ سین۔ صاد)۔ (حا۔ ہا)۔ (ذال۔ زا۔ ضاد۔ ظا)۔ دیگر حروف کے مخارج میں زیادہ فرق ہونے کی وجہ سے ان کے تلفظ کا فرق زیادہ واضح اور نمایاں ہے مثلاً جیم۔ خاء۔ قاف۔ نون۔ واؤ وغیرہ۔

صحیح تلفظ معلوم کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ حرف کو ساکن مان کر اس سے پہلے ہمزہ بالفتحہ لگائیے۔ جیسے اَبْ۔ اَجْ اَدْ وغیرہ۔ جس حرف کا جو مخرج مقرر ہے اگر اسی سے آواز نکلتی ہے تو گویا حرف کا صحیح تلفظ ادا ہو رہا ہے اور اگر اس مخرج کے سوا دوسرے مخرج سے آواز نکلتی ہے تو سمجھیے کہ تلفظ غلط ادا ہو رہا ہے۔

۳۔ حرکت کئی کئی حروف کو ملانے سے الفاظ بنتے ہیں۔ الفاظ کے تلفظ پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ جن حروف سے الفاظ مرکّب ہیں ان کی ادائی میں بعض حروف کی ادائی میں بعض

حروف کے ساتھ حرف کی اصلی جنبش کے علاوہ ایک زائد جنبش یا حرکت شریک رہتی ہے۔ مثلاً عَرَس اور ھَجَر میں ع اور ھ کی ادائی کے وقت ان حروف کی اصلی جنبش کے علاوہ منہ کو ایک زائد جنبش بھی ہوتی ہے یعنی منہ ذرا کھلتا ہے، اس کیفیت کو فتحہ کہتے ہیں کیونکہ فتحہ کے معنی کھلنے کے ہیں۔ اردو میں اسے زبر کہتے ہیں۔ اس کی علامت حرف کے اوپر ترچھی لکیر (ـَـ) کی شکل میں لکھی جاتی ہے۔

اسی طرح عِرَس اور ھِجَر کا تلفظ کرنے میں ع اور ھ کی ادائی کے وقت منہ کا جبڑا ذرا نیچے کو ٹوٹتا ہے! اس کیفیت کو کسرہ کہتے ہیں۔ کیونکہ کسرہ کے معنی ٹوٹنے کے ہیں۔ اُردو میں اسے زیر کہتے ہیں اس کی علامت حرف کے نیچے ترچھی لکیر (ـِـ) کی شکل میں لکھی جاتی ہے۔

علیٰ ہٰذا عُرَس اور ھُجَر کے تلفظ میں ع اور ھ کی ادائی میں ہونٹ آگے کی طرف ضم ہو کر غنچہ کی شکل بناتے ہیں۔ اس مناسبت سے اس کیفیت کو ضَمَّہ کہتے ہیں۔ اردو میں اسے پیش کہتے ہیں اور اس کی علامت حرف کے اوپر چھوٹے واؤ کی شکل میں اس طرح (ـُـ) لکھی جاتی ہے۔

ان تینوں کیفیات کی ادائی میں چونکہ حرف کی اصلی حرکت کے سوا منہ کو ایک زاید جنبش ہوتی ہے۔ اس لئے اس مناسبت سے فتحہ، کسرہ اور ضمہ میں سے ہر ایک کو حرکت کہتے ہیں اور جن حروف کی ادائی میں یہ حرکت شریک ہو انہیں مُتَحَرِّک کہتے ہیں۔

جس حرف کی ادائی میں یہ زائد جنبش شریک نہیں رہتی اسے ساکن اور اس حالت کو سکون کہتے ہیں مثلاً عَرْس، عِرْس اور عُرْس میں را اور هَجْر، هِجْر اور هُجْر میں جیم ساکن ہے۔

اوپر کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ عربی زبان میں حرکات تین ہیں فتحہ، کسرہ اور ضمہ۔ جس حرف پر ان میں سے کوئی حرکت ہو اسے متحرک کہتے ہیں اور جو حرف ان حرکات سے خالی ادا کیا جاتا ہے اسے ساکن اور اس کی اس حالت کو سکون کہتے ہیں۔

حرکت کی ادائی کی مدت ہتھیلی کی کھلی ہوئی انگلیوں کو ایک ساتھ بند کرنے کے برابر ہوتی ہے۔

۴۔ حروف مُدّہ	جب فتحہ کو کھینچ کر دو چند مدت تک ادا کیا جائے تو اسے الف کہتے ہیں۔ اسی طرح کسرہ

کو بھی طول دیکر دوچند مدت تک ادا کیا جاتا ہے اور اس کی علامت
یائے ماقبل مکسور کی شکل میں لکھتے ہیں۔ یہ (یا) اصطلاحاً یائے مُدّہ
کہلاتی ہے۔ علیٰ ہذا ضمہ کو دوچند مدت تک طول دیا جائے تو اسے
واؤ ماقبل مضموم کی شکل میں لکھتے ہیں اور ایسے واؤ کو واؤ مُدّہ
کہتے ہیں۔ عرف عام میں ان حروف کو واؤ معروف اور یائے معروف
بھی کہتے ہیں مثلاً طُول۔ دِین۔

یہ امر ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ الف، یائے مُدّہ اور
واؤ مُدّہ اپنی اصلیت کے اعتبار سے حروف نہیں ہیں۔ بلکہ یہ
علی الترتیب مدفتحہ، مدکسرہ اور مدضمہ ہیں کیونکہ یہ فتحہ، کسرہ اور
ضمہ کو کھینچنے سے پیدا ہوتے ہیں، گرچہ یائے مُدّہ اور واؤ مُدّہ کو
تحریر میں (ی) اور (و) کی شکل میں لکھتے ہیں لیکن تلفظ کے اغراض کے
لئے ان کا شمار مستقل حروف (ی) اور (و) کی حیثیت سے نہیں ہوتا
کہ (و) اور (ی) کے اپنے اپنے علٰحدہ مخارج مقرر ہیں جن کا بیان
ان کے مقام پر ہوگا۔ اس کے برخلاف حروف مُدّہ کا کوئی
علٰحدہ مخرج نہیں ہے بلکہ یہ حرکات کی طرح جوفِ دہن سے نکل کر
ہوا پر تمام ہوتے ہیں یعنی حلق سے لیکر منہ تک جو درمیانی خلاء ہے
اس میں سے سانس باہر آتے ہوئے حروف مدہ کی آواز پیدا ہوتی ہے

اس خلاء میں کسی خاص مقام پر سانس کو رگڑ کھانے یا ٹکرانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ حرکات کی طرح ان کی آواز بھی اندرون جوف دہن ان کے ماقبل کے حرف کے مخرج سے شروع ہو کر ہوا پر تمام ہوتی ہے۔ دیگر حروف کی طرح خلاء کے سوا کسی خاص مخرج کی پابندی نہیں۔تاہم یہ فرق ضرور ہے کہ الف کی آواز فتحہ کی طرح اوپر چڑھتی ہے۔ واؤ مدّہ کی آواز ضمّہ کی طرح وسط میں رہتی ہے۔ یاء مدّہ کی آواز کسرہ کی طرح نیچے اترتی ہے۔

۵۔ حروف علت تحریر میں حروف مدّہ بھی چونکہ حروف کی شکل میں لکھے جاتے ہیں اس لئے رسم الخط کے اغراض کے لئے ان کا شمار بھی حروف میں ہوتا ہے اس کے علاوہ علم صرف میں تعلیل کے اغراض کے لئے حروف مدہ چونکہ مستقل حروف واؤ اور یاء کے ساتھ شریک رہتے ہیں اس لئے ان تینوں حروف یعنی الف، واؤ اور یاء کو خواہ واؤ اور یاء کی حیثیت حروف مدّہ کی ہو یا مستقل حروف کی ہو علم صرف میں حروف علت کہتے ہیں۔

واؤ مدّہ کو مستقل حرف واؤ اور یائے مدہ کو مستقل حرف یاء اور ہمزہ کو الف، واؤ اور یاء کی شکل میں لکھنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ

علم صرف کی بحث تعلیل میں ان حروف کی باہمی مشارکت رہتی ہے، لیکن الف، واؤ اور یاء کی اس حیثیت کا تعلق چونکہ علم ھجا اور فن تجوید سے نہیں ہے بلکہ علم صرف سے ہے اس لئے اس مقام پر اس کی تفصیل غیر ضروری ہے۔ یہاں یہ اشارہ اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ علم ہجا اور فن تجوید کی بعض کتابوں میں حروف مدّہ اور حروف علت کی بحث کو مخلوط کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے سیکھنے والے کے ذہن کو حروف مدّہ کی صحیح حیثیت سمجھنے میں الجھن ہوتی ہے۔

۶۔ حروف لینہ

خلاصہ یہ کہ تحریر میں مدّ کسرہ کو یائے ساکن ماقبل مکسور کی شکل میں اور مدّ ضمہ کو واؤ ساکن ماقبل مضموم کی شکل میں لکھا جاتا ہے اور وہ علی الترتیب یائے مدّہ اور واؤ مدّہ کہلاتے ہیں۔ چنانچہ صراحت اوپر درج ہو چکی ہے۔ اس کے برخلاف جب یائے ساکن اور واؤ ساکن کا حرف ماقبل مفتوح ہو تو انہیں یائے لینہ اور واؤ لینہ کہتے ہیں۔ عرف عام میں یہ واؤ مجہول اور یائے مجہول بھی کہلاتے ہیں مثلاً طَول۔ دَین۔ ایسی حالت میں ان کی حیثیت مستقل حروف یاء اور واؤ کی ہوتی ہے اور یہ اپنے ان مخارج سے ادا ہوتے ہیں

جو یاء اور واؤ کے لئے مقرر ہیں۔ علیٰ ہٰذا یاء اور واؤ متحرک بھی اپنے ان ہی مقررہ مخارج سے نکلتے ہیں۔ ان کے برعکس حروف مدّہ متحرک نہیں ہوتے۔ بلکہ نہیں ہوسکتے۔

یائے مدّہ۔ واؤ مدّہ اور یائے لینہ۔ واؤ لینہ کا فرق اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد اب ہمزہ اور الف کے فرق کو بھی سمجھ لینا چاہئے۔ اوپر صراحت ہو چکی ہے کہ اپنی اصلیت کے اعتبار سے الف کوئی مستقل حرف نہیں بلکہ مد فتحہ ہے یعنی فتحہ کی حرکت کو دو چند مدت تک طول دینے کا نام الف ہے۔ اسی لحاظ سے دیگر حروف مدّہ کی طرح الف کا بھی اپنا کوئی علیٰحدہ مخرج نہیں ہے بلکہ اس کی آواز بھی اندرون جوف دہن اپنے حروف ماقبل کے مخرج سے شروع ہو کر ہوا پر تمام ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف ہمزہ کی حیثیت اور دوسرے حروف کی طرح مستقل حرف کی ہے اور اس کا اپنا مخرج مقرر ہے۔ چنانچہ دیگر مستقل حروف کی طرح ہمزہ بھی کبھی متحرک ہوتا ہے، کبھی ساکن اور کبھی مشدّد بھی ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف الف صرف اپنے حرف ماقبل کے فتحہ کو کھینچنے کا کام دیتا ہے اس لئے اسے گویا ہمیشہ ساکن مانا جاتا ہے لیکن قرآنی رسم الخط میں اسے ہمزہ سے ممتاز کرنے کے لئے اس پر علامت سکون نہیں لکھتے۔

جب الف کے اوپر علامت سکون لکھی ہوئی ہو تو وہ الف نہیں ہوتا ہمزہ ہوتا ہے۔

ہمزہ مختلف صورتوں سے لکھنے میں آتا ہے بعض صورتوں میں یہ ع کے سر کی شکل میں لکھا جاتا ہے جیسے (ء) ۔

جب کبھی یہ کسی کلمہ کے شروع میں واقع ہو تو چند صورتوں کے سوا یہ الف کی شکل میں لکھا جاتا ہے، لیکن اس حالت میں وہ الف نہیں ہمزہ ہوتا ہے۔

ہمزہ ساکن اکثر صورتوں میں جب وہ کلمہ کے درمیان میں واقع ہو تو اپنے حرف ماقبل کی حرکت کی مناسبت سے کبھی الف کی شکل میں لکھا جاتا ہے جیسے بَأْس کبھی واؤ کی شکل میں جیسے بُؤْس۔ اور کبھی ی کی شکل میں جیسے بِئْس۔

ہمزہ متحرک کلمہ کے درمیان یا آخر میں الف یا واؤ یا یاء کی شکل میں بھی لکھنے میں آتا ہے، الف کی شکل میں لکھنے کی مثال جیسے رَاَیْت (۶/۷۸) رَاَ (۱۲/۱۳)۔ واؤ کی شکل میں لکھنے کی مثال جیسے لَا یَؤُدُهٗ (۲/۳) هٰٓؤُلَآءِ (کثیر) یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ (۲۹/۱۷)۔ یاء کی شکل میں لکھنے کی مثال جیسے اُولٰٓئِكَ (کثیر) وَّا لِیْٓ (۲۸/۱۷)۔

ہمزہ متحرک جب الف کی شکل میں لکھا گیا ہو تو اس کے

تلفظ میں تو التباس نہیں ہوتا۔ البتہ ہمزہ ساکن جب الف یا واؤ مدہ یا یاءِ مدہ کی شکل میں لکھا ہوا ہو تو احتیاط اور توجہ سے ان حروف سے امتیاز کر کے صحیح تلفظ ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ فرق یہ ہے کہ الف واؤ مدہ اور یائے مدہ تو نرم نکلتے ہیں لیکن ہمزہ کی ادائی میں ایک قسم کا جھٹکا ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمزہ متحرک جب واؤ یا یاء کی شکل میں لکھا ہوا ہو تو احتیاط کرنی چاہئے کہ ہمزہ کا صحیح تلفظ ادا ہو اور (و) یا (ی) کا تلفظ نہ ہو جائے۔ اس کی مثالیں اوپر کے فقرہ میں درج ہو چکی ہیں۔

واؤ مضمومہ اور یائے مکسورہ کا تلفظ کرنے میں بھی احتیاط ضرور اور ہمزہ سے فرق کرنے کی ضرورت ہے کہ بعض لوگ واؤ مضمومہ کی بجائے غلطی سے ہمزہ مضمومہ کا اور یائے مکسورہ کی بجائے ہمزہ مکسورہ کا تلفظ ادا کر دیتے ہیں جیسے دَاوٗد کو غلطی سے داؤُد اور بُشْرٰی کو بُشْرِای پڑھتے ہیں۔ تاہم شعبہ کی روایت میں داؤد درست سمجھا جاتا ہے۔ البتہ حفص کی روایت میں داوٗد صحیح ہے۔ بالواؤ۔

۷۔ مخارج کی تفصیل

عربی حروف از الف تا (ی)، کل تیس ۳۰ ہیں۔ البتہ لا۔ جو لام الف سے مرکب ہے۔ شمار نہ کیا جائے تو تعداد ۲۹ رہ جاتی ہے۔ انکے بالعموم

(۱۷) مخرج مانے جاتے ہیں۔ جو حلق سے شروع ہو کر ناک سمیت لبوں پر ختم ہوتے ہیں۔ ذیل میں ترتیب وار مخارج کی تفصیل درج کرتے ہیں:-

(۱) پہلا مخرج جوفِ دہن ہے یعنی حلق سے لیکر منہ تک جو درمیانی خلاء ہے! اس میں سے سانس باہر آتے ہوئے حروف مدہ (ا۔ و۔ ی) کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس خلاء میں کسی خاص مقام پر سانس کو رگڑ کھانے کی ضرورت نہیں پڑتی! اور جو حرف کہ ان کے ماقبل ہوتا ہے اندرونی خلاء اسی کے مخرج سے ان کی آواز شروع ہو جاتی ہے دیگر حروف کی طرح خلاء کے سوا کسی خاص مخرج کی پابندی نہیں ہے! البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ الف کی آواز اوپر چڑھتی ہے۔ و کی آواز وسط حلق میں رہتی ہے۔ اور (ی) کی آواز نیچے اترتی ہے مثلاً حَا۔ حُوْ۔ حِیْ۔ یا قَا۔ قُوْ۔ قِیْ۔

(۲ تا ۴) حلق میں تین مقام مخرج شمار ہوتے ہیں۔ اول اقصائے حلق یعنی آخر حلق جو سینے کی جانب ہے۔ یہاں سے ہمزہ (ء) اور (ھ) ادا ہوتے ہیں۔ دوسرے حلق کا وسطانی یعنی درمیانی حصہ یہاں سے (ع) اور (ح) ادا ہوتے ہیں تیسرے حلق کا فوقانی حصہ جو زبان کی جڑ تک پہنچتا ہے۔ یہاں سے (غ) اور (خ) ادا ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ چھ حروف (ء۔ ھ۔ ع۔ ح۔ غ۔ خ) علی الترتیب

حلق کے مختلف مقامات سے نکلتے ہیں۔ ان کو مجموعی طور پر حروف حلقیہ کہتے ہیں۔

(۵ تا ۸) علیٰ ہذا زبان کے بھی چار حصوں میں مخرج قرار پاتے ہیں۔ اول زبان کی جڑ جو حلق کے فوقانی حصہ کے قریب رہتی ہے اس کو تالو سے ذرا لگائیے تو علی الترتیب (ق) اور (ک) ادا ہوتے ہیں لیکن چونکہ (ق) کا مخرج (ک) کے مخرج سے کسی قدر مقدم ہے ان دونوں حروف کے مخارج کو بالعموم جداگانہ شمار کرتے ہیں۔ دوسرے زبان کا درمیانی حصہ اس کو تالو سے لگائیے تو (ج) اور (ش) ادا ہوتے ہیں اور نیز (ی) جبکہ وہ متحرک ہو۔ یا اگر ساکن بھی ہو تو لینہ ہو۔ رہی (ی) مدّاہ سو اس کا تعلق مخرج اول سے ہے جو بیان ہو چکا ہے۔ تیسرے زبان کے ہر دو کنارے جو جڑ کے قریب ہیں۔ ان میں سے کوئی کنارہ خواہ بائیں یا دائیں جانب اوپر کی ڈاڑھوں سے لگائیے تو (ض) ادا ہوتا ہے لیکن بائیں جانب سے سہولت رہتی ہے اس کا تلفظ (د) اور (ظ) دونوں کے بین بین ہے مگر دونوں سے ممتاز ہے۔ تاہم (ظ) سے اقرب ہے اس کو صحت سے ادا کرنا ذرا مشکل ہے تاہم مشق سے مشکل آسان ہو سکتی ہے۔ الغرض اصل زبان کے تین حصوں میں جملہ چار مقام مخارج حروف قرار پاتے ہیں

جو اوپر بیان ہوئے۔

زبان کا چوتھا حصہ اس کی نوک ہے۔ سو وہ دانتوں کے مختلف حصوں سے لگ کر چھ مخارج حروف قائم کرتی ہے۔ جن کی تفصیل ذیل میں پیش ہے:-

(۹ تا ۱۱) زبان کی نوک کو اوپر کے مسوڑھوں سے لگائے تو (ل)، (ن) اور (ر) یہ تین حروف علی الترتیب ادا ہوتے ہیں لیکن چونکہ ہر ایک کے مقام میں خفیف سا فرق ہے اس لئے تینوں کے مخارج جداگانہ تین شمار ہوتے ہیں۔ مثلاً (ل) کا مخرج مقابلۃً وسیع ہے۔ زبان کی نوک کے علاوہ وہ زبان کے کناروں سے بھی نکل سکتا ہے۔ مگر زبان کی نوک سے نکالنے میں سہولت ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس کے تلفظ میں خود ہی قدرتاً زبان کی نوک کے ساتھ کناروں کا تعاون رہتا ہے۔ (ن) زبان کی نوک کے ساتھ نکلتا ہے اور اس کا مخرج (ل) کے مخرج سے ذرا ہی نیچے ہے۔ (ر) کا مخرج (ن) کے مخرج سے بھی ذرا نیچے ہے لیکن (ل) اور (ن) کے مقابل (ر) کی ادائی میں خصوصیت یہ ہے کہ نوکِ زبان کی پشت کو اوپر کے مسوڑھوں سے لگائیے اور ادا کرتے وقت اس پر زور دیجئے۔ تو آواز میں خفیف تکرار پیدا ہوگی۔ تب (ر) کا تلفظ صحیح ادا ہوگا۔ اگر نوکِ زبان کے بجائے

زبان کے درمیانی حصہ پر زور پڑیگا تو ہندی (ٹ) کی آواز پیدا ہوگی پس احتیاط شرط ہے۔

(۱۲ تا ۱۴) زبان کی نوک کو سامنے کے دو اوپر والے دانتوں کی جڑ سے لگائے تو (ط) (د) اور (ت) تینوں حروف ادا ہوتے ہیں۔ اس طرح زبان کی نوک کو دو اوپر والے دانتوں کے کنارے سے لگائے تو (ظ) (ذ) اور (ث) یہ تینوں حروف ادا ہوتے ہیں۔ علیٰ ہذا زبان کی نوک کو سامنے کے دو نیچے والے دانتوں کے کنارے سے لگائے تو (ص) (ز) اور (س) یہ تین حرف ادا ہوتے ہیں۔

پس نوکِ زبان نے دانتوں سے لگ کر چھ مخرج قائم کئے جن کی تفصیل اوپر درج ہے۔

(۱۵ تا ۱۷) حروف کے چودہ مخارج اوپر بیان ہوئے باقی رہے تین مخارج سو دو تو لبوں سے متعلق ہیں اور تیسرا ناک سے تعلق رکھتا ہے۔ انکی تفصیل یہ کہ اول نیچے کے لب کا بطن یعنی تر حصہ اوپر کے سامنے والے دانتوں کے کنارے سے ملے تو حرف (ف) ادا ہوتا ہے۔ دوسرے دونوں لب ملنے سے (ب) (م) اور (و) یہ تین حروف ادا ہوتے ہیں۔ (ب) کی ادائی میں لبوں کا تر حصہ ملتا ہے۔ اور (م) کی ادائی میں لبوں کا خشک حصہ ملتا ہے۔ رہا (و)

سو وہ اس طرح ادا ہوتے وقت متحرک ہوتا ہے۔ یا اگر ساکن بھی ہو تو لینہ ہوتا ہے۔ آخری صورت میں لب مل کر غنچہ کی طرح سامنے نکل آتے ہیں۔ رہا (و) علاوہ سو اس کا تعلق مخرج اول سے ہے جو بیان ہو چکا۔ آخری سترھواں مخرج خیشوم یعنی ناک کا بانسہ ہے جو غنہ کا مخرج ہے۔ غنہ (م) اور (ن) کی صفت لازمہ ہے۔ (م) اور (ن) متحرکہ میں غنہ کم اور ساکن میں اس سے زیادہ۔ اور مشدد میں غنہ کامل رہتا ہے۔ چنانچہ صفات منفردہ کے تحت فصل ششم میں مزید صراحت درج ہے لیکن یہ حروف اپنے اپنے مخرج سے نکلتے ہیں۔ نہ کہ خیشوم سے۔ مخارج کی مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہوگا کہ حروف مدّہ کے سوا باقی جملہ حروف دو عضو کے ملنے سے ادا ہوتے ہیں جس کو اصطلاحاً الصاق کہتے ہیں۔

۸۔ تنوین تنوین سے مراد ہے کسی کلمہ کا تلفظ کرتے وقت اس کے آخر میں (ن) ساکن بڑھا دینا۔ اس کی علامت یہ کہ کلمہ کے حرف آخر پر حسب حرکت دو فتحہ یا دو کسرہ یا دو ضمہ لکھ دیتے ہیں۔ اور وہ (ن) ساکن کی آواز پیدا کر دیتے ہیں۔ تنوین کا یہ (ن) خود ساکن ہوتا ہے۔ حرکت صرف اس (ن) ساکن کے حرف ما قبل پر ہوتی ہے۔ خواہ فتحہ یا کسرہ یا ضمہ۔ جیسے مَلَكًا۔ مَلَكٍ۔ مَلَكٌ۔

واضح ہو کہ (ن) ساکن اور تنوین میں سوائے کتابت کے اور کوئی فرق نہیں ہے۔ باعتبار تلفظ دونوں یکساں ہیں۔ البتہ ایک فرق ہے وہ یہ کہ (ن) تنوین کلمہ میں زاید ہوتا ہے اور حذف ہو سکتا ہے۔ مثلاً زیداً یا زیدا لیکن (ن) ساکن کلمہ کا جزو ہوتا ہے۔ حذف نہیں ہو سکتا مثلاً انسانٌ یا انسان۔

۹۔ یادداشت

بنظر سہولت مخارج اور متعلقہ حروف کی یادداشت ذیل میں درج ہے:-

(۱) (الف) (و) اور (ی) حروف مدہ۔ مخرج جوف دہن۔

(۲) ہمزہ (ء) (ھ)
(۳) (ع) (ح)
(۴) (غ) (خ)
} مخرج حلق تحتانیہ۔ وسطانیہ۔ فوقانیہ ان کو اصطلاحاً حروف حلقیہ کہتے ہیں۔

(۵) (ق)
(۶) (ک)
} مخرج زبان کی جڑ۔ انکو اصطلاحاً حروف لہاویہ کہتے ہیں۔

(۷) (ج) (ش) اور (ی) جبکہ وہ متحرک ہو یا بحالت سکون لینہ ہو۔ } مخرج زبان کا درمیانی حصہ ان کو اصطلاحاً حروف شجریہ کہتے ہیں۔

(۸) (ض) مخرج زبان کے کنارے۔

(۹) (ل) (۱۰) (ن) (۱۱) (ر) } مخرج زبان کی نوک اور مسوڑھے۔ البتہ (ل) کے تلفظ میں زبان کی نوک کے ساتھ کنارہ کا بھی تعاون رہتا ہے۔

(۱۲) (ط) (ت) (د) (۱۳) (ظ) (ذ) (ث) (۱۴) (ص) (ز) (س) } مخرج زبان کی نوک اور دانت۔ ان کو اصطلاحاً حروف اَسَلِیَّہ کہتے ہیں۔

(۱۵) (ف) (۱۶) (ب) (م) (و) جبکہ (و) متحرک ہو یا ساکن بھی ہو تو لینہ ہو۔ } مخرج لب۔ ان کو اصطلاحاً حروف زلفہ یا حروف شَفَوِیَّہ کہتے ہیں۔

(۱۷) حروف الغنہ (م) اور (ن) یہ دو حرف حروف الغنہ کہلاتے ہیں کہ ان میں ہر دو حروف میں کم و بیش غنہ شامل رہتا ہے۔ ناک کا بانسہ غنہ کا مخرج ہے۔ (م) اور (ن) کی آواز اپنے مخرج سے نکل کر ناک کے بانسہ میں جا کر گھومتی ہے۔ اور بانسہ میں آواز گھومنے سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کیفیت کا نام غنہ ہے۔ متحرک میں کم۔ ساکن میں اس سے زیادہ اور مشدد میں سب سے زیادہ۔

واضح ہو کہ جن حروف کا مخرج ایک ہی ہو۔ وہ حروف متحد المخرج کہلاتے ہیں! اس کے برعکس جن حروف کے مخارج مختلف ہوں وہ حروف مختلف المخرج کہلاتے ہیں اور جو حروف اتحاد و اختلاف کے بین بین ہوں یعنی جن کے مخارج مختلف ہوں مگر پھر بھی بہت قریب قریب ہوں کہ اتحاد میں کچھ ہی کمی رہ جائے۔ تو ایسے حروف متقارب المخارج کہلاتے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ بالا یادداشت میں تینوں اقسام موجود ہیں۔ اس تقسیم کی عملی اہمیت فصل ہفتم میں بسلسلہ ترکیب حروف واضح ہوگی۔

۱۰۔ حروفِ مُشْتَبَہُ الصَّوت

جو حروف مشتبہ الصوت ہیں، یعنی جن کی آواز میں مشابہت معلوم ہوتی ہے۔ ابتداءً ہی میں وہ ساتھ ساتھ درج ہو چکے ہیں اپنے اپنے محل پر ان کے مخارج بھی بیان ہو چکے ہیں۔ تاہم بنظر سہولت ذیل میں ان کا فرق ساتھ ساتھ درج کرتے ہیں۔

(۱) (ء) اور (ع) ان دو حروف میں فرق یہ ہے کہ ہمزہ ء حلق میں تلے سے یعنی تحتانی حصہ سے نکلتی ہے! اور ع حلق میں بیچ سے یعنی وسطانی حصے سے نکلتا ہے۔ جیسے أَلِيم اور عَذَاب

(۲) (ت)، (ط) ان دو حروف میں فرق یہ ہے کہ گرچہ دونوں کا مخرج ایک ہے لیکن (ط) پُر ہے اور (ت) پُر نہیں ہے۔ گویا اِن حروف کی صفت میں فرق ہے! اصطلاحاً پُر پڑھنے کو تَفْخِیم اور باریک پڑھنے کو تَرْقِیق کہتے ہیں۔ اور متعلقہ حروف مُفَخَّمَہ، مُرَقِّقَہ کہلاتے ہیں تفخیم اور ترقیق کی بحث آیندہ صفات حروف کے تحت پیش ہو گی۔

(۳) (ث)، (س)، (ص) ان تین حروف میں یہ فرق ہے کہ (ث) آہستگی سے نکلتی ہے۔ زبان کی نوک کو سامنے کے دو اوپر والے دانتوں کے کنارے سے لگانے پر۔ اور (س) (ص) کے تلفظ میں زبان کی نوک سامنے کے دو نیچے والے دانتوں کے کنارے سے لگتی ہے! ور سیٹی کی سی ہلکی آواز نکلتی ہے۔ جو (ث) میں نہیں نکلتی۔ یہ ایک صفت ہے جو اصطلاحاً صفیر کہلاتی ہے۔ مزید کیفیت آئندہ صفات حروف کے تحت بیان ہو گی۔ (س)، (ص) کا مخرج گرچہ ایک ہے۔ تاہم (ص) پُر ہے یعنی مُفَخَّمَہ ہے! ور (س) پُر نہیں ہے یعنی مُرَقِّقَہ ہے۔

(۴) (ح)، (ھ)۔ ان دو حروف میں بھی (ع) اور ہمزہ (ء) کی طرح

فرق ہے یعنی (ھ) ہمزہ (ء) کی طرح حلق میں تلے سے یعنی تحتانی
حصہ سے نکلتی ہے! ور (ح) مثل (ع) کے حلق میں بیچ سے
یعنی وسطانی حصہ سے نکلتی ہے۔ مثلاً ھل۔ حل۔

(۵) (ذ) (ز) و (ظ) (ض)۔ ان چاروں حروف میں فرق یہ ہے
کہ (ذ) زبان کی نوک کو سامنے کے دو اوپر والے دانتوں کے
کنارے سے لگانے پر نکلتا ہے۔ (ظ) کا بھی وہی مخرج ہے لیکن
(ظ) پُر ہے یعنی مُفَخَّمَه ہے! ور (ذ) پُر نہیں یعنی مرققہ
ہے (ز) کے تلفظ میں زبان کی نوک سامنے کے دو نیچے والے
دانتوں کے کنارے سے لگتی ہے! ور سیٹی کی سی آواز نکلتی ہے
جو (ذ) میں نہیں نکلتی ہے سیٹی کی اس آواز کو اصطلاحاً صفیر
کہتے ہیں۔ اب رہا (ض) کا تلفظ۔ سو (ض) بھی (ظ) کی طرح
پُر ہے یعنی مُفَخَّمَه ہے لیکن (ض) کا مخرج جدا ہے۔ زبان
کے ہر دو کنارے جو جڑ کے قریب ہیں۔ ان میں سے کوئی
کنارہ خواہ بائیں خواہ دائیں جانب اوپر کی ڈاڑھوں سے
لگائے تو (ض) ادا ہوتا ہے۔ مگر بالعموم بائیں جانب سہولت
رہتی ہے۔ فی الجملہ (ذ) اور (ز) میں علیٰ ہذا (ظ) اور (ض)
میں قریبی مشابہت سمجھی جاتی ہے لیکن مشق سے فرق بھی

قائم ہوجاتا ہے (ض) کو مثل (د) کے پڑھنا اور فرق کی خاطر (د) کو پُر یعنی مفخم پڑھنا یہ بھی معمول ہے لیکن درست نہیں سمجھا جاتا علیٰ ہذا محض (ظ) کی طرح پڑھنا بھی درست نہیں۔ بلکہ حتی الوسع (ض) کا فرق ظاہر کرنا ضروری ہے۔

۱۱۔ خلاصہ مخارج حروف کی تشریح بقدر ضرورت پیش ہوئی۔ جیسا کہ سابق میں بیان ہو چکا ہے مخارج حروف کی غلطی سے بعض صورتوں میں لحن جلی کا ارتکاب ہوتا ہے صفات حروف کی تفصیل فصل ما بعد میں پیش ہے۔
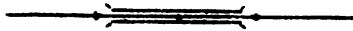
فصل ششم

صفات حروف

۱۔ حروف کے دو اعتبار جیسا کہ سابق میں ذکر آچکا ہے۔ مخارج حروف کے ساتھ صفات حروف بھی جاننا ضرور ہے کہ ہر دو اعتبار حروف کے صحیح تلفظ کے جزو لاینفک ہیں۔ چنانچہ صفات حروف کی بعض غلطیوں سے لحن جلی اور بعض غلطیوں سے لحن خفی کی صورتیں پیدا ہوسکتی ہیں۔ لحن جلی سے تو جس قدر احتراز کیا جائے کم ہے لیکن لحن خفی کی بھی نوبت کیوں آئے۔ کیوں نہ تلاوت قرآن میں تلاوت کا لطف آئے۔ لوگ موسیقی میں کیا کیا کوشش کرتے ہیں۔ کمال پیدا کرتے ہیں۔ قراءت میں تھوڑی توجہ کی جائے تو کیا تعجب ہے۔ بلکہ توجہ نہ کرنا تعجب ہے مسلمانوں کے واسطے جن پر قرآن کی تلاوت واجب ہے تاکہ دین و ایمان میں ہدایت و نعمت حاصل ہو۔

۲۔ صفات حروف جیسا کہ پہلے واضح ہو چکا ہے۔ ہر حرف

ایک مقررہ قسم کی صوت یا آواز ہے۔ اور صوت کے بعض خصوصیات حرف کے صفات شمار ہوتے ہیں۔ صفات حروف کی دو قسم ہیں صفات لَازِمَہ اور صفات عَارِضَہ۔ قسم اول میں وہ صفات داخل ہیں جو حسب صراحت ذیل ہر حرف سے یا بعض حروف سے ہمیشہ وابستہ رہتے ہیں کبھی جدا نہیں ہوتے۔ قسم دوم میں وہ صفات داخل ہیں جو دیگر حروف سے ملکر موقع محل کے مطابق بعض حروف کو عارض ہو جاتے ہیں یعنی تَفْخِیْم و تَرْقِیْق عارضہ اور مُدّات

۳۔ صفات لَازِمَہ قسم اول یعنی صفات لازمہ کی بھی دو قسم ہیں۔ پہلی قسم صِفَاتِ مُتَضَادّہ ہیں یعنی دو دو صفات جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ دوسری قسم صِفَاتِ مُنْفَرِدَہ ہیں یعنی جو صفات اپنی ضد نہیں رکھتے بلکہ وہ بجائے خود الگ الگ ہیں بغیر کسی ضد کے۔

واضح باد کہ صفات متضادہ ہر حرف سے لازماً وابستہ ہیں۔ اور صفات منفردہ صرف بعض حروف کے ساتھ لازماً مخصوص ہیں اس لئے ان کو صفات فرعیہ بھی کہتے ہیں اور ان کے مقابل صفات متضادہ کو صفات اصلیہ کہتے ہیں۔

اول وہ صفاتِ حروف کو لیجئے جن میں ضدین مقرر ہیں خاص

صفات یہ ہیں۔ جہر و ہمس۔ شِدّت و رِخوت۔ تفخیم و ترقیق۔ اِستِعلاء و اِستِفال۔ اِطباق و اِنفِتاح۔ اِن صفات کے حروف موصوفہ علی الترتیب کہلاتے ہیں۔ مَجْہُوْرَہ و مَہْمُوسَہ شَدِیْدَہ و رِخْوَہ۔ مُفَخَّمَہ و مُرَقَّقَہ۔ مُسْتَعْلِیَہ و مُسْتَفِلَہ۔ مُطْبِقَہ وَ مُنْفَتِحَہ۔ ان کے سوا بھی بعض صفات مانے جاتے ہیں۔ مگر عملاً وہ چنداں اہم نہیں ہیں۔ اس لئے بخوف طوالت ان کو نظر انداز کر دیا گیا۔

واضح باد کہ صفات تفخیم و ترقیق کو بالعموم صفات لازمہ متضادہ میں شمار نہیں کرتے۔ تاہم ان کا تضاد تو ظاہر ہے۔ اور ان کی صفت لازمہ کی حیثیت کو استعلا اور استفال سے تعبیر کرتے ہیں۔ علاوہ بریں ان کو صفات عارضہ کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ چنانچہ یہ صراحت آگے اپنے اپنے محل پر درج ہے۔

علیٰ ہٰذا خاص صفات منفردہ یہ ہیں۔ (تَفَشِّی) (تَکْرِیر) (غُنَّہ) (قَلْقَلَہ) (صَفِیْر) (لِیْن) اِنْحِرَاف اور اِسْتِطَالِیَہ۔

۴۔ صفات مُتَضَادَّہ | صفات لازمہ کی پہلی قسم صفات متضادہ کی ضروری کیفیت ذیل میں پیش ہے۔

(۱) مجہورہ اور مہموسہ۔ حروف کے مخارج سابق میں بیان ہو چکے ہیں۔ اب اگر مخرج میں گرفت قوی رہنے سے تمام نفس یا سانس صوت میں بند ہو جائے۔ تو صوت قوی حاصل ہوگی اور صوت کے ساتھ نفس جاری نہ رہ سکے گا۔ ایسی صوت والے حروف کو حروف مجہورہ۔ اور صفت کو جہر کہتے ہیں اس کے برعکس اگر مخرج میں گرفت ضعیف رہنے سے تمام نفس صوت میں نہ بند ہو سکے۔ بلکہ تھوڑا نفس صوت سے بچکر باقی رہے تو صوت ضعیف حاصل ہوگی اور صوت کے ساتھ نفس جاری رہے گا ایسے صوت والے حروف کو حروف مہموسہ کہتے ہیں اور صفت کو ھمس کہتے ہیں۔ حروف مہموسہ دس ہیں یعنی (ت) (ث) (ح) (خ) (س) (ش) (ص) (ف) (ک) (ھ) جن کا مجموعہ یہ ہے۔ فَحَثَّهُ شَخْصٌ سکت ان کا تلفظ آہستگی سے ہوتا ہے اور بحالت ساکن بھی پڑھیئے تو نفس جاری رہتا ہے مثلاً اَثْ۔ اتْ۔ احْ۔ اخْ اسْ۔ اشْ۔ اصْ۔ افْ۔ اكْ۔ اهْ ان کے سوا باقی جملہ (۱۹) حروف کو حروف مجہورہ کہتے ہیں۔ ان کا تلفظ مقابلۃً زور سے ہوتا ہے اور بحالت ساکن پڑھیئے تو نفس رک جاتا ہے جاری نہیں رہتا مثلاً ابْ۔ اجْ۔ ادْ۔ اذْ۔ اعْ۔ اغْ۔ اقْ۔ الْ

امر۔ ان۔

(۲) شَدِیدہ اور رِخوہ جس طرح نفس حرف کی صوت میں بحالت ساکن بند ہونا یا جاری رہتا ہے۔ اسی طرح خود صوت یعنی حرف کا تلفظ بھی بحالت ساکن حرف کے مخرج میں بند ہوجاتا ہے یا جاری رہتا ہے۔ اگر صوت حرف کے مخرج میں بند ہوجائے۔ جس سے صوت میں سختی آجائے تو ایسی صوت والے حروف کو حروف شدیدہ کہتے ہیں اور صفت کو شدت کہتے ہیں۔ حروف شدیدہ آٹھ ہیں یعنی (ء) (ب) (ت) (ج) (د) (ط) (ق) (ك) جن کا مجموعہ یہ ہے۔ اجد قط بکت یا اجدك قطبت۔ ان حروف کو ساکن پڑھیئے تو صوت مخرج میں بند ہوجاتی ہے ممکن نہیں کہ جاری رہے مثلاً اء۔ اب۔ ات۔ حج۔ کد بط۔ لق۔ شك۔

لیکن اگر صوت حرف کے مخرج میں بند نہو بلکہ جاری رہے جس سے صوت میں نرمی آجائے تو ایسی صوت والے حروف کو حروف رخوہ کہتے ہیں۔ اور صفت کو رِخوَت کہتے ہیں۔ حروف رخوہ پندرہ ہیں یعنی (ث) (ح) (خ) (ذ) (ز) (س) (ش) (ص) (ض) (ظ) (غ) (ف) (و) (ھ) (ی)۔ ان حروف کو ساکن پڑھیئے تو

صوت مخرج میں بند نہیں ہوتی۔ بلکہ جاری رہتی ہے مثلاً طش
فص وغیرہ۔

مزید برآں اگر صوت کی حالت شدیدہ اور رخوہ کے بین بین
ہو کہ کچھ شدت ہو کچھ رخوت ہو۔ شدت کی وجہ سے آواز بند ہو۔
اور رخوت کی وجہ سے آواز جاری ہو۔ گویا ایک اوسط پیدا ہو
تو ایسے صوت والے حروف کو حروف مُتَوَسِّطَہ کہتے ہیں۔
حروف متوسطہ پانچ ہیں یعنی (ر) (ع) (ل) (م) (ن) جن کا
مجموعہ یہ ہے۔ لن عمر۔ ان حروف کو ساکن پڑھئے تو صوت
کی حالت متوسط رہتی ہے۔ مثلاً ظِلْ پر وقف کریں تو صوت نہ مثل
حَجّ کے بند ہو جاتی ہے! ورنہ مثل طش کے جاری رہتی ہے۔
بلکہ بین بین ایک اعتدالی حالت رہتی ہے۔

اوپر صفات کے اعتبار سے حروف کے دو اقسام بیان ہوئے
ایک (مجہورہ اور مہموسہ) دوسرے (شدیدہ اور رخوہ) ان دونوں
اقسام کا فرق بھی ظاہر ہے قسم اول میں تقسیم کا مدار نفس کے بند ہونے
یا جاری رہنے پر ہے قسم دوم میں تقسیم کا مدار صوت کے بند ہونے
یا جاری رہنے پر ہے۔ گرچہ فرق باریک ہے۔ تاہم کافی واضح ہے
نتیجہ یہ کہ ان ہر دو اقسام میں تفریق کے ساتھ تجانس بھی موجود ہے۔

یعنی ایک قسم کے بعض بعض حروف دوسرے اعتبار سے دوسری قسم میں بھی داخل ہیں۔ چنانچہ ان حروف کے مجموعی روابط یہ ہیں۔

(الف) پہلا ربط مَهْجُوْرَہ شَدِیْدَہ یہ چھ ہیں یعنی (ء) (ب) (ج) (د) (ط) (ق) جن کا مجموعہ یہ ہے طبق اجد۔ یہ حروف سب سے زیادہ مضبوط ہیں۔ ان کو ساکن پڑھیئے تو نفس بھی بند ہوتا ہے اور صوت بھی بند ہو جاتی ہے جیسے اَب۔

(ب) دوسرا ربط مَجْهُوْرَہ رِخْوَہ ہے۔ یہ آٹھ حروف ہیں یعنی (الف) (ذ) (ز) (ض) (ظ) (غ) (و) (ی)۔ جن کا مجموعہ یہ ہے ضاز ذوغیظ۔ ان کو ساکن پڑھیئے تو جہر کی وجہ سے نفس بند رہتا ہے البتہ رخوہ کی وجہ سے صوت جاری رہتی ہے۔

(ج) تیسرا ربط مَجْهُوْرَہ مُتَوَسِّطَہ۔ یہ پانچ حروف ہیں یعنی (ر) (ع) (ل) (م) (ن) جن کا مجموعہ یہ ہے۔ لن عمر۔

(د) چوتھا ربط ہے مَهْمُوْسَہ شَدِیْدَہ۔ یہ دو حروف ہیں یعنی (ت) (ك) ان کو ساکن پڑھیئے تو نفس جاری رہتا ہے البتہ صوت بند رہتی ہے۔ جیسے اَتْ۔ اكْ۔

(ھ) پانچواں ربط ہے مَهْمُوْسَہ رِخْوَہ یہ آٹھ حروف ہیں یعنی (ث) (ح) (خ) (س) (ش) (ص) (ف) (ھ)

جن کا مجموعہ یہ ہے۔ حث شخص سفہ۔ ان کو ساکن پڑھئے تو نفس بھی جاری رہتا ہے اور صوت بھی جاری رہتی ہے۔ گویا یہ ربط اول ربط مجھورہ شدیدہ کے بالکل برعکس ہے اور یہ حروف سب سے زیادہ نرم ہیں۔

(۳) مُفَخِّمَہ اور مُرَقِّقَہ تفخیم کہتے ہیں پُر پڑھنے کو اور ترقیق کہتے ہیں باریک پڑھنے کو بعض حروف کو صفت تفخیم سے تعلق ہے بعض کو صفت ترقیق سے۔ قسم اول کو مفخمہ اور قسم دوم کو مرققہ کہتے ہیں۔ حروف مفخمہ سات ہیں یعنی (خ) (ص) (ض) (ط) (ظ) (غ) (ق)۔ جن کا مجموعہ ہے خص ضغط قظ۔ ان میں بھی حرف (ط) سب سے زیادہ مفخم ہے۔ یعنی (ط) سب سے زیادہ پُر پڑھی جاتی ہے اور ساتھ ہی وہ مجہورہ اور شدیدہ بھی ہے اس میں قلقلہ بھی ہے اس لحاظ سے سب حروف میں حرف (ط) سب سے قوی نظر آتا ہے۔ یوں بھی عام طور سے مفتوحہ کی تفخیم مضمومہ سے زیادہ ہے اور مضمومہ کی تفخیم مکسورہ سے زیادہ۔ بہرحال حروف مفخمہ کے سوا باقی جملہ حروف مرققہ شمار ہوتے ہیں یعنی باریک پڑھے جاتے ہیں۔

(۴) مُسْتَعْلِیَہ اور مُسْتَفِلَہ۔ حروف مفخمہ کو

حروف مستعلیہ بھی کہتے ہیں۔ اور حروف مرققہ کو حروف مستفلہ
ہر دو صفات علی الترتیب استعلا اور استفال کہلاتی ہیں پہلی
صفت قوی ہے۔ دوسری ضعیف ہے۔ بناء تفریق یہ ہے کہ حروف
مستعلیہ کے تلفظ میں زبان اوپر اٹھتی ہے اور باقی حروف مستفلہ
کے تلفظ میں زبان نیچے رہتی ہے۔ واضح ہو کہ تین حروف مرققہ
(الف) (ر) اور (ل) تفخیم عارضہ کی صورت میں بھی
مستعلیہ نہیں بلکہ حسب معمول مستفلہ شمار ہوتے ہیں۔ اگرچہ
وہ حروف مستعلیہ سے مشابہ ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہر حرف مستعلیہ
مفخمہ ہوتا ہے لیکن ہر حرف مفخمہ مستعلیہ نہیں ہوتا۔ عام و خاص
کی نسبت ہے۔

واضح با دکہ بالعموم حروف مفخمہ و مرققہ کو حروف مستعلیہ و مستفلہ
کے عنوان کے تحت بیان کرتے ہیں۔ جداگانہ بیان نہیں کرتے۔ بنظر
تفہیم یہاں توضیح کر دی گئی کہ تفخیم و ترقیق لازمہ و عارضہ کا
فرق واضح رہے۔

۵۔ مُطْبِقَہ اور مُنْفَتِحَہ۔ حروف مفخمہ میں چار حرف
حروف مطبقہ بھی کہلاتے ہیں یعنی (ص)، (ض)، (ط)، (ظ) کہ
ان کی تفخیم باقی تین حروف (خ)، (غ)، (ق) سے زیادہ ہے۔ اور

جیسا کہ اشارہ ہو چکا ہے۔ (ط) کی تفخیم سب سے زیادہ ہے۔ حروف مطبقہ کے مقابل باقی جملہ حروف منفتحہ کہلاتے ہیں۔ حروف کی یہ ہر دو صفات علی الترتیب اطباق وانفتاح کہلاتی ہیں پہلی صفت قوی ہے دوسری ضعیف۔ بناء تفریق یہ ہے کہ حروف مطبقہ کے تلفظ میں زبان سقفِ زبان یعنی تالو سے لگی رہتی ہے۔ چنانچہ صوت یعنی آواز اوپر کی طرف تالو میں لپٹی ہے اور باقی حروف منفتحہ کے تلفظ میں زبان اور سقفِ زبان کے درمیان کسی نہ کسی حد تک کشادگی رہتی ہے۔ چنانچہ صوت باہر کی طرف آتی ہے۔

واضح ہو کہ جو صفات تفخیم اور ترقیق اوپر بیان ہوئے۔ یہ بعض حروف کے لازمی صفات ہیں لیکن بعض صورتوں میں یہ صفات عارضہ کے طور پر بھی بعض حروف کو عارض ہوتے ہیں ایسی صورت میں ان کو تفخیم و ترقیق عارضہ کہہ سکتے ہیں چنانچہ صفات عارضہ کے تحت آئندہ ان کی تفصیل پیش ہوگی۔

۵۔ صفاتِ مُنفَرِدَہ

صفات لازمہ کی پہلی قسم صفات متضادہ اوپر بیان ہوئی۔ اس کی دوسری قسم صفات منفردہ کی تشریح کیفیت ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

(۱) تَفَشِّیْ۔ حرف تفشی صرف ایک ہے یعنی ش مطلب یہ کہ اس کے تلفظ میں صوت یعنی آواز منہ میں پھیلتی ہے۔

(۲) تَکْرِیْر۔ حرف تکریر بھی صرف ایک ہے یعنی (ر) مطلب یہ کہ اس کے تلفظ میں صوت مکرر نکلا چاہتی ہے لیکن مناسب ہے کہ زیادہ تکرار سے زبان کو روکے۔ البتہ معدوم نہ ہونے دے کہ تکریر (ر) کی صفت لازمہ ہے۔

(۳) غُنَّہ۔ حروف غنہ صرف دو ہیں (م) (ن) جبکہ ان پر تشدید ہو تو غنہ لازم ہے یعنی ان کی آواز غنہ دار ہوتی ہے جو ناک کے بانسے سے نکلتی ہے۔ جیسے عَمَّ۔ ھِمَّ۔ ثُمَّ۔ اِنَّ۔ جَنَّہٗ مزید برآں (م) ساکن اور (ن) ساکن و تنوین کا ادغام مع الغنہ خاص حروف کے تحت فصل ہفتم میں بیان ہوگا۔ علیٰ ہذا فصل پنجم میں تحت مد (۹) یادداشت اس کی بحث قابل ملاحظہ ہے۔

غنہ کو ایک الف کے برابر کرنا چاہئے۔ اس سے زیادہ نہیں ورنہ تان پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ جو درست نہیں۔

(۵) قَلْقَلَہ۔ حروف قلقلہ پانچ ہیں یعنی (ب) (ج) (د) (ط) (ق) جن کا مجموعہ یہ ہے۔ قطب جد ان کے تلفظ میں بحالت سکون ایک خفیف سی زائد صوت یا آواز نکلتی ہے جس سے

حرکت کی شباہت پیدا ہوتی ہے لیکن اتنا اظہار نہ ہونا چاہیئے کہ حرف متحرک یا مشدد معلوم ہو۔ چونکہ ان حروف کی آواز قوی نکلتی ہے، یہ سب مجہورہ اور شدیدہ بھی ہیں۔ خاص کر حرف (ط) توسب سے قوی ہے۔ چنانچہ سابق میں بھی اشارہ ہوچکا ہے قلقلہ کی مثالیں اب حج۔ جد۔ خط۔ حق۔

قلقلہ بحالتِ وقف خوب ظاہر ہوتا ہے۔ بحالت جزم وتشدید بھی ظاہر ہوتا ہے البتہ حرکت کی صورت میں قلقلہ ظاہر نہیں ہوسکتا۔

قلقلہ کے سوا باقی جملہ حروف ساکن ہیں یعنی ان کے تلفظ میں بحالت سکون زبان مخرج پر جم جاتی ہے اور کوئی خفیف سی زاید صوت نہیں نکلتی۔

(۵) **صفیر۔** حروف صفیرہ تین ہیں یعنی (ز) (س) (ص) مطلب یہ کہ ان کے آواز میں سیٹی کی سی باریک آواز جاری ہوتی ہے۔ جیسے اساس حس۔ مرکز۔ خالص۔

(۶) **لین۔** صفات لینہ یعنی نرمی صرف دو حرف (و) اور (ی) میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ فصل پنجم میں تحت حروف لینہ تشریح ہوچکی ہے۔ مزید متعلقہ کیفیت فصل ہفتم میں مد کے تحت بیان ہوگی۔

(۷) اِنْحِرَاف۔ حرف (ل) کے تلفظ میں کنارۂ زبان اپنے مخرج میں پلٹتا ہے۔ علیٰ ہذا حرف (ر) کے تلفظ میں سرِ زبان کی پشت پلٹتی ہے۔ اس لئے ان ہر دو حروف کو حروف منحرفہ کہتے ہیں! اور یہ صفت انحراف کہلاتی ہے۔ اس کا مخرج سے تعلق ہے۔

(۸) اِسْتِطَالِیہ سے مراد ہے درازی۔ یہ صفت فقط حرف (ض) میں پائی جاتی ہے۔ کہ اس کا مخرج دراز ہے لیکن یہ مراد نہ سمجھی جائے کہ اس کی آواز دراز ہے۔ بہرحال (ض) کو حرف مستطیلہ کہتے ہیں۔

۶۔ صفات عارضہ

صفات لازمہ کی تفصیل پیش ہو چکی اب ذیل میں صفات عارضہ کی کیفیت پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر آچکا ہے۔ صفات عارضہ تین ہیں یعنی تفخیم اور ترقیق جو تین حروف یعنی (ر) (ل) اور (الف) کو موقع محل کے لحاظ سے عارض ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں ان کو تفخیم و ترقیق عارضہ کہتے ہیں۔ علیٰ ہذا مد ہ۔ یہ صفت عارضہ تین حروف یعنی (الف) (و) اور (ی) کو موقع محل کے لحاظ سے عارض ہوتی ہے! اس بارہ میں مد کے قواعد فصل ہفتم میں

ملاحظہ طلب ہیں۔ اک تشریح فصل پنجم میں بھی پیش ہو چکی ہے۔

اول تفخیم و ترقیق عارضہ کو لیجئے :۔

(الف) حرف (ر) کبھی پُر پڑھا جاتا ہے یعنی مفخم اور کبھی باریک پڑھا جاتا ہے یعنی مرقق۔ گویا یہ حرف کبھی تفخیم کے تابع رہتا ہے اور کبھی ترقیق کے تابع۔ لیکن حرف (ر) میں تفخیم اصل ہے۔ بہر حال مختلف صورتیں ذیل میں درج ہیں۔

(۱) حرف (ر) جب مفتوح یا مضموم ہو تو مفخم پڑھا جاتا ہے جیسے رَبَّنَا۔ رُسُلُهٗ۔ خَيْرٌ۔ قَدِيْرٌ۔ اور جب مکسور ہو تو مرقق پڑھا جاتا ہے۔ جیسے رِجَالٌ۔ تشدید کی صورت میں بھی یہی عمل ہوتا ہے۔ جیسے مَرَّةً۔ اَلْبِرُّ۔ بِالْبِرِّ۔ علیٰ ہذا جب حرف (ر) ساکن ہو بغیر وقف کے۔ یعنی اس پر جزم لگا ہو اور ماقبل اس کے فتحہ یا ضمہ ہو تو وہ مفخم پڑھا جاتا ہے جیسے بَرْدًا۔ اُذْكُرْ اور جو ماقبل اس کے کسرہ ہو تو وہ مرقق پڑھا جائیگا۔ جیسے مِرْيَةٍ بشرطیکہ (ر) کے مابعد کوئی حرف مفخم نہ ہو۔ یہ خاص صورت آگے بیان ہو گی۔

(۲) حرف (ر) پر وقف کرنے میں بھی تفخیم و ترقیق کا وہی قاعدہ ہے جو وصل کی صورت میں لکھا گیا۔ یعنی جب (ر) ساکن ہو

بسبب وقف کے اور اس کے ماقبل فتحہ یا ضمہ واقع ہو تو (ر)
مفخم پڑھی جائیگی۔ جیسے سَفَرْ۔ بَصُرْ۔ اور اگر ماقبل کسرہ ہو
تو (ر) مرقق پڑھی جائیگی۔ جیسے قَدْ قُدِرَ (۵۴/۲۷)۔

(۳) ہر دو مندرجہ بالا قواعد سے ایک قاعدہ یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ
اگر (ر) مفتوحہ یا مضمومہ ہو اور اس کے ماقبل (ی) ساکن واقع
ہو تو وصل کی حالت میں (ر) کو مفخم پڑھیں گے۔ جیسے خَبِیْرٌ
قَدِیْرٌ اور وقف کی حالت میں مرقق۔ جیسے خبیرْ۔ قدیرْ۔
وجہ یہ کہ بصورتِ اول (ر) کا فتحہ یا ضمہ پڑھنے میں آتا ہے
اور بصورتِ ثانی (ر) پر حرکت ساقط ہے! ور ماقبل (ی) ہے

(۴) حرف (ر) کی دو خاص صورتیں بھی قابلِ توجہ ہیں! اول جبکہ
حرف (ر) ساکن کا ماقبل مکسور ہے! ور وہ ماقبل کا کسرہ
عارضی ہے۔ جیسے اِرْکَبُوْا۔ اِرْجِعُوْا۔ اِرْجِعِیْ (۸۹/۳۰)
دراصل یہ ہمزۂ وصل ہے۔ جو قاعدہ ابتدا بسکون کے
بموجب عارضی طور پر وارد ہوتا ہے۔ یا جبکہ ماقبل کا کسرہ دوسرے
کلمہ میں واقع ہو جسے کسرۂ منفصل کہتے ہیں۔ جیسے اِنِ ارْتَبْتُمْ
(۶۵/۲۸) (۴/۲) لِمَنِ ارْتَضٰی (۷۲/۱) تو ان ہر دو صورتوں میں (ر)
ساکن بھی مفخم پڑھی جائیگی۔ دوم جبکہ حرف (ر) ساکن کے ماقبل

کسرہ ہو۔ اور حرف مابعد مفخم ہو تب بھی (ر) ساکن مفخم پڑھی جائیگی۔ جیسے مِرْصَاد (۳۰ ۱۴) قِرْطَاس (۶) فِرْقَۃ (۱۱ ۹)
لیکن لفظ فِرْقٍ (۱۹ ۲۶) میں ر کی ترقیق بھی درست بلکہ بہتر مانی جاتی ہے۔ وجہ یہ کہ (ق) گرچہ مفخم ہے لیکن کسرہ کے سبب اس کی تفخیم ضعیف ہوگئی ہے۔

(۵) جب حرف (ر) ساکن ہو بسبب وقف کے۔ تو اگر حرف ماقبل (ی) ہو اور وہ ساکن ہو ساتھ جزم کے۔ تو (ر) مرقق پڑھی جائیگی جیسے خَیْرٌ قَدِیْرٌ اور اگر حرف ماقبل (ی) کے بجائے کوئی دوسرا حرف ساکن ہو تو ماقبل کے ماقبل کو دیکھیں گے۔ اگر وہ مفتوح یا مضموم ہو تو (ر) مفخم پڑھی جائیگی۔ جیسے اَلْقَدْرُ اَلْاُمُوْرُ۔ اور اگر وہ مکسور ہو تو ر مرقق پڑھی جائیگی جیسے سِحْرٌ۔ شِعْرٌ۔ البتہ دو کلمے اس قاعدے سے مستثنٰی ہیں وَالْفَجْرِ (۳۰ ۱۴) اور واللیل اِذَا یَسْرِ (۳۰ ۱۴) ان دو کلموں میں (ر) کو مرقق پڑھنا بعض کے نزدیک اولیٰ سمجھا جاتا ہے۔ تاہم دوسروں کے نزدیک حالت وقف میں فتحہ کے تابع ہونے سے یہ ہر دو (ر) بھی مفخم پڑھی جائیگی۔ بریںہم دوسرے کلمہ میں دونوں صورتیں صحیح تسلیم کی جاتی ہیں۔ تفصیل وجوہ کی یہاں ضرورت

وگنجائش نہیں ۔ علیٰ ہذا لفظ مِصْر میں (ر) کو مفخم پڑھنا بہتر مانا جاتا ہے ۔ یہ کلمہ (مصر) کا اس قاعدہ سے متعلق ہے کہ اگر حرف (ر) کا ماقبل حرف مفخم ساکن ہے جیسے لفظ (مصر) میں (ص) ساکن ہے اور اس کا ماقبل مکسور ہے تو (ر) کو مفخم یا مرقق پڑھنا دونوں درست ہیں ۔ چنانچہ مرقق کی مثال قِطْر ہے ۔ علیٰ ہذا مِنَ الْفَجْرِ (۴) میں (ر) بحالت وصل مرقق اور بحالت وقف مفخم پڑھی جاتی ہے ۔ یہ کلمہ بھی قابل یادداشت ہے بعض کے نزدیک مندرجہ بالا ہر دو کلمات میں بھی یہی عمل معتبر ہے ۔

(ب) حرف (ل) کا یہ قاعدہ ہے کہ لفظ اللہ میں ل مفخم پڑھا جاتا ہے جبکہ ماقبل اس کا مفتوح ہو جیسے قَالَ اللّٰہُ خَتَمَ اللّٰہُ یا ماقبل اس کا مضموم ہو جیسے رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔ نَصْرُ اللّٰہِ ۔ اور مرقق پڑھا جاتا ہے جبکہ ماقبل اس کا مکسور ہو ۔ جیسے بِاللّٰہِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ لفظ اللہ کے (ل) کو لام جلالۃ بھی کہتے ہیں ۔

اِسی طرح کلمہ اَللّٰھُمَّ میں لام مفخم پڑھا جاتا ہے اور قُلِ اللّٰھُمَّ میں لام مرقق رہتا ہے ۔ اور یوں بالعموم صفت لازمہ کے اعتبار سے (ل) مرقق ہے ۔

(مجـ) حرف الف تفخیم و ترقیق میں اپنے ماقبل کا تابع ہے اگر حرف ماقبل مفخم ہے۔ تو الف میں بھی تفخیم رہیگی جیسے طال۔ قال عصا۔ راجعون۔ اور اگر حرف ماقبل مرقق ہے تو الف میں بھی ترقیق رہیگی جیسے مالک۔ ایاک۔ (مدّ ۲ عارضہ فصل ہفتم میں تحت عنوان مد ملاحظہ ہو)

۷۔ یادداشت صفات لازمہ مع صفات عارضہ۔

صفات لازمہ اور ان کے دونوں اقسام یعنی صفات متضادہ اور صفات منفردہ اوپر بیان ہوئے۔ علیٰ ہذا صفات عارضہ بھی اوپر بیان ہوئے۔ بطور یادداشت ہر حرف کے حوالہ سے مذکورہ بالا صفات کو ذیل میں یکجا درج کرتے ہیں۔ کہ خلاصہ پیش نظر ہو جائے۔

(ا) مجہورہ۔ رخوہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔ مدہ۔ بعض کا قول ہے کہ الف اپنے ماقبل کے تابع رہتا ہے۔ اس کے جداگانہ صفات نہیں۔

(ء) مجہورہ شدیدہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔

(ب) مجہورہ۔ شدیدہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔ مقلقلہ

(ت) مہموسہ۔ شدیدہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔

(ث) مہموسہ۔ رخوہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔

(ج) مجہورہ۔ شدیدہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔ مقلقلہ۔

(ح) مہموسہ۔ رخوہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔

(خ) مہموسہ۔ رخوہ۔ مفخمہ۔ مستعلیہ۔ منفتحہ۔

(د) مجہورہ۔ شدیدہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔ مقلقلہ

(ذ) مجہورہ۔ رخوہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔

(ر) مجہورہ۔ متوسطہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔ مکررہ۔ منحرفہ (مفخمہ عارضہ) (مرققہ عارضہ)

(ز) مجہورہ۔ رخوہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔ صفیرہ۔

(س) مہموسہ۔ رخوہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔ صفیرہ۔

(ش) مہموسہ۔ رخوہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔ متفشیہ (تفشی)

(ص) مہموسہ۔ رخوہ۔ مفخمہ۔ مستعلیہ۔ مطبقہ۔ صفیرہ۔

(ض) مجہورہ۔ رخوہ۔ مفخمہ۔ مستعلیہ۔ مطبقہ۔ مستطیلہ۔

(ط) مجہورہ۔ شدیدہ۔ مفخمہ۔ مستعلیہ۔ مطبقہ۔ مقلقلہ۔

(ظ) مجہورہ۔ رخوہ۔ مفخمہ۔ مستعلیہ۔ مطبقہ۔

(ع) مجہورہ۔ متوسطہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔

(غ) مجہورہ۔ رخوہ۔ مفخمہ۔ مستعلیہ۔ منفتحہ۔

(ف) مہموسہ۔ رخوہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔

(ق) مجہورہ۔ شدیدہ۔ مفخمہ۔ مستعلیہ۔ منفتحہ۔ مقلقلہ۔

(ک) مہموسہ۔ شدیدہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔

(ل) مجہورہ۔ متوسطہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔ منحرفہ۔ (مفخمہ عارضہ) (مرققہ عارضہ)۔

(م) مجہورہ۔ متوسطہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔ اَغَنُّ۔ (غنہ)

(ن) مجہورہ۔ متوسطہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔ اَغَنُّ۔ (غنہ)

(و) مجہورہ۔ رخوہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔ مدہ یا لینہ۔

(ھ) مہموسہ۔ رخوہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔

(ی) مجہورہ۔ رخوہ۔ مرققہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔ مدہ یا لینہ۔

واضح ہو کہ جن حروف کے صفات لازمہ یکساں ہوں۔ وہ حروف متحد الصفات کہلاتے ہیں! اور باقی حروف جن کے صفات لازمہ میں اختلاف ہو وہ مختلف الصفات شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ بالا یادداشت میں مثالیں موجود ہیں۔ اس تقسیم کی عملی اہمیت فصل ہفتم میں سلسلۂ ترکیب حروف واضح ہوگی۔

۸۔ خلاصہ | حروف کی صفات لازمہ اور صفات عارضہ کی تفصیل اوپر بیان ہوئی۔ واضح ہو کہ صفات لازمہ کو قراءت میں خاص اہمیت حاصل ہے کہ ان کی غلطی سے اکثر

لحن جلی کی صورت پیدا ہوسکتی ہے مثلاً (ت۔ ط) (س۔ص) (ذ۔ ظ) یہ حروف متحد المخرج ہیں۔ ان میں صفات لازمہ ہی سے امتیاز پیدا ہوتا ہے۔ اور یوں بھی صفات لازمہ ہر حرف کے تلفظ میں جزو لاینفک ہیں! ور مخرج کی طرح بناء امتیاز حروف ہیں عدم امتیاز سے جو فتور معنیٰ میں پیدا ہو سکتا ہے! س کی چند مثالیں بطور نمونہ فصل پنجم میں درج ہو چکی ہیں پس جس قدر ہو سکے امتیاز ملحوظ رکھنا ضرور ہے۔ البتہ تکلیف مالایطاق کی ضرورت نہیں کہ اسلام کا اصول ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔

(۳) علی ہذا صفات عارضہ کی غلطی سے بھی لحن خفی کی صورت کبھی پیدا ہو سکتی ہے۔ احتیاط بہتر ہے۔

فصل ہفتم

ترکیب حروف

۱۔ ترکیب حروف کی شکلیں اور تلفظ

غور کرنے سے واضح ہوگا کہ مخارج و صفات کے اعتبار سے حروف کے کئی ربط قرار پا سکتے ہیں۔ ان میں تین ربط فن تجوید کے اعتبار سے قابل توجہ ہیں۔ اول وہ حروف جو متحد المخرج و متحد الصفات ہوں۔ دوم وہ حروف جو متحد المخرج و مختلف الصفات ہوں۔ سوم وہ حروف جو متقارب المخارج و متقارب الصفات ہوں۔ یعنی مخرج اور صفات میں باہم قریب قریب ہوں۔ چنانچہ تفصیل ملاحظہ ہو:۔

(۱) جو حروف متحد المخرج و متحد الصفات ہوں وہ اصطلاحاً مُتَمَاثِلَین کہلاتے ہیں۔ اس صورت میں دراصل وہ ہی حرف دو مرتبہ متصل واقع ہوتا ہے۔ خواہ ایک کلمہ میں یا

دو کلموں میں مثلاً بَلْ لَّا۔ عَنْ نَفْسٍ۔ لَهُمْ مَّا۔ قَدْ دَخَلُوْا وغیرہ۔

(۲) جو حروف متحد المخرج اور مختلف الصفات ہوں۔ وہ اصطلاحاً مُتَجَانِسَیْن کہلاتے ہیں مثلاً (ب ۔ م) (ت ۔ د) (ت ۔ ط) (ث ۔ ذ) (ذ ۔ ظ)۔

(۳) جو حروف متقارب المخارج اور متقارب الصفات ہوں وہ اصطلاحاً مُتَقَارِبَیْن کہلاتے ہیں مثلاً (ل ۔ ر) (ن ۔ ر) (ق ۔ ك) (ن ۔ ل)۔

الحاصل حروف کے مذکورہ بالا روابط سے ترکیب حروف میں تلفظ کی مختلف شکلیں پیدا ہوتی ہیں مثلاً اِدْغَام۔ اِظْهَار اِخْفَا اور اِقْلَاب و اِبْدَال۔ علیٰ ہذا تَسْهِیل۔ اِمَالَه۔ رَوْم و اِشْمَام اور مَدّ۔ چنانچہ ذیل میں ان شکلوں کی تشریح پیش کرتے ہیں:۔

۲۔ ادغام | ادغام سے مراد ہے ایک حرف کو دوسرے حرف میں داخل کرنا۔ گویا دو حرفوں کو ملا کر ایک حرف مشدد کی طرح پڑھنا چنانچہ ادغام میں تشدید لازماً عائد ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل ذیل میں درج ہے:۔

(الف) ادغام متماثلین۔ جب ایک ہی حرف دو بار

ساتھ ساتھ آئے۔ خواہ ایک کلمہ یا دو کلمہ میں اور پہلا ساکن ہو اور دوسرا متحرک ہو تو ادغام کیا جاتا ہے پہلے حرف ساکن کا دوسرے حرف متحرک میں مثلاً

(ب) اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ (۱/۹)۔ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ (۱۷/۱۹)۔

(ت) فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ (۲/۱)۔

(د) وَقَدْ دَّخَلُوْا (۱۳/۹)۔

(ذ) اِذْ ذَّهَبَ (۶/۱۷)۔

(ك) يُدْرِكْكُّمْ (۵/۵)۔

(ل) قُلْ لَّكُمْ (۹/۲۲)۔

(م) اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ (۳۰/۳)۔ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادٌ (۹/۲۲)۔

(ن) مِنْ نَّارٍ (۱۱/۲۷) (۱۲/۲۷)۔

(ه) يُوَجِّهْهُّ (۱۶/۱۴)۔

لیکن پہلا حرف ساکن مدہ ہو تو ادغام نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اپنی اصلی آواز پر قائم رہتا ہے۔ مثلاً

(و) اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

(ی) فِیْ يُوْسُفَ۔ فِیْ يَوْمٍ۔

البتہ اگر پہلا حرف ساکن لینہ ہو تو ادغام واجب ہے مثلاً

(و) عَصَوْا وَّكَانُوْا (۷/۱)۔

(ب) ادغام متجانسین۔ جب دو متجانس حروف ساتھ ساتھ آئیں۔ خواہ ایک کلمہ یا دو کلمہ میں! اور پہلا حرف ساکن اور دوسرا متحرک ہو۔ تو ادغام کیا جاتا ہے۔ ان میں سے پہلے حرف ساکن کا دوسرے حرف متحرک میں مثلاً

(ت۔ ط) وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ (۵/۳) وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ (۱۶/۳)

(ط۔ ت) بَسَطْتَّ (۹/۶)۔ حَطْتُّ (۷/۱۹) فَرَّطْتُّ (۳/۲۴)۔

واضح ہو کہ جب حرف مہموسہ (ت) کا ادغام حرف مجہورہ (ط) میں ہو تو (ت) پوری طرح مدغم ہو گی اور یہ ادغام کامل کہلائیگا۔ اس کے برعکس (ط) کو (ت) میں مدغم کریں تو ادغام ناقص ہوگا۔ اور (ط) کی صفت اطباق باقی رہے گی۔ چنانچہ مندرجہ بالا مثالوں میں یہی عمل ہے۔

(ت۔ د) اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا (۱۴/۱۱) اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ (۱۴/۹)۔

(د۔ ت) اَيَّدْتُّكَ (۵/۷) مَا عَبَدْتُّمْ (۲۴/۴) لَقَدْ كِدْتَّ (۶/۱۵) (۶/۲۴) وَعَدْتَّنَا (۱۱/۳) عَاهَدْتُّمْ (۱/۴) اَرَدْتُّمْ (۱۵/۴) قَدْ تَّبَيَّنَ (۲/۳)۔

(ذ۔ ظ) اِذْ ظَّلَمْتُمْ (۱۱/۲۵)، اِذْ ظَّلَمُوْا (۵/۶)۔

(ب۔ م) یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا (۱۲/۴)۔

(ث۔ ذ) یَلْهَثْ ذّٰلِكَ (۱۲/۹)۔

واضح یاد کہ اگر متجانس حروف میں پہلا حرف حلقی ہو تو ادغام نہ ہوگا۔ مثلاً فَاصْفَحْ عَنْهُمْ (۱۳/۲۵) علیٰ ہذا (م) اور (و) گرچہ دونوں متجانس ہیں۔ مگر ان میں ادغام نہیں ہوتا مثلاً عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ (سورۂ فاتحہ)۔

(ج) ادغام متقاربین: جب دو متقارب حروف ساتھ ساتھ آئیں خواہ ایک یا دو کلمہ میں اور پہلا حرف ساکن ہو اور دوسرا متحرک ہو۔ تو ادغام کیا جاتا ہے۔ ان میں سے پہلے حرف ساکن کا دوسرے حرف متحرک میں مثلاً

(ت۔ ل) مِنْ لَّدُنَّا (۲۱/۱۵)، اِنْ لَّبِثْتُمْ (۵/۱۵)۔

(ل۔ ر) قُلْ رَّبِّ (۶/۱۸)، بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ (۲/۴)، بَلْ رَّبُّكُمْ (۵/۱۷) لیکن كَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ (۳۰/۳) میں ادغام نہیں ہوتا بلکہ پہلے حرف (ل) کو ظاہر پڑھتے ہیں اور سکتہ آتا ہے۔ مگر ترک سکتہ بھی درست مانا جاتا ہے۔ اس صورت میں حسب قاعدہ ادغام ہوگا لیکن بالعموم یہاں سکتہ پر عمل ہوتا ہے۔

(ن۔ ر) مِنْ رَّبِّهِمْ (۲/۲۰) مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ (۲/۱) لیکن
وَقِيْلَ مَنْ سکتہ رَاقٍ (۲۹/۱۵) میں ادغام نہیں ہوتا۔ بلکہ پہلے حرف ن
کو ظاہر پڑھتے ہیں اور سکتہ آتا ہے۔ مگر ترک سکتہ بھی درست مانا جاتا
ہے۔ اس صورت میں حسب قاعدہ ادغام ہوتا ہے۔

(ق۔ ک) اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ (۲۹/۲۱) یہاں حرف (ق) مجہورہ
کا حرف (ک) مہموسہ میں ادغام ناقص ہوگا یعنی (ق) کا استعلا
باقی رہے گا۔ لیکن ادغام کامل بھی کرتے ہیں یعنی دونوں (کک)
خالص ہوجاتے ہیں! ور بعض اس کو بہتر سمجھتے ہیں۔

لیکن واضح باد کہ سیدنا حفصؒ کی روایت میں ادغام متقاربین
لازم نہیں ہے بعض متقاربین میں ادغام ہوتا ہے لیکن بعض
متقاربین میں اظہار ہوتا ہے۔ مزید برآں بعض متقاربین کی
ایک ترتیب میں ادغام ہوتا ہے۔ مثلاً (ل۔ ر) (ن۔ ل) مگر
برعکس ترتیب میں اظہار ہوتا ہے۔ مثلاً (ر۔ ل) (ل۔ ن) چنانچہ
مندرجہ بالا اور مندرجۂ ذیل مثالوں سے یہ فرق بخوبی واضح
ہوجائے گا۔

(ل۔ ر) اِغْفِرْ لِی (۲۹/۱۰)۔

(غ۔ ع) اَفْرِغْ عَلَيْنَا (۲/۱۷)۔

(غ - غ) اَسْمَعْ غَیْرَ (۴/۵)
(غ - ق) لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا (۹/۳)
(ت - ث) كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ (۵/۲۹)
(ح - ہ) سَبِّحْهُ (۲۰/۲۹)
(ل - ن) جَعَلْنَا (اکثر)
(ث - ت) لَبِثْتُمْ (۱۵/۱۵)
(ذ - ت) اَخَذْتُ (۱۵/۲۲)
(د - ث) مَنْ يُرِدْ ثَوَابَ (۶/۴)

مندرجہ بالا مثالوں میں سے حرف ساکن کا دوسرے حرف متحرک کے ساتھ ساتھ اظہار ہو رہا ہے۔

ادغام کی مزید صورتیں اپنے اپنے محل پر ذیل میں بیان ہونگی۔

۳۔ اظہار و اخفا: اظہار سے مراد ہے دو حرفوں کو جدا جدا واضح پڑھنا۔ گویا اظہار ادغام کے برعکس ہے۔ چنانچہ جب ایک ہی حرف دوبار ساتھ ساتھ آئے۔ اور ہر بار متحرک ہو خواہ ایک ہی کلمہ میں جیسے وَجْهَهٗ۔ خواہ دو کلموں میں جیسے فَطُبِعَ عَلٰی (۱۳/۲۸) تو ایسی صورت میں ہر بار حرف کا اظہار ہوگا۔ گویا ان حروف متماثلین میں ادغام نہ ہوگا۔

علیٰ ہذا جبکہ دو حروف متجانسین یا متقاربین ہوں اور وہ دونوں ساتھ ساتھ آئیں اور دونوں متحرک ہوں۔ خواہ ایک کلمہ یا دو کلموں میں تو ہر ایک حرف کا اظہار ہوگا۔ ان حروف متجانسین یا متقاربین میں ادغام نہ ہوگا۔ جیسے تَطَوَّعَ خیرا (۲/۳) میں (ت۔ ط) اور (ع۔ خ) کا اظہار ہوتا ہے۔

اظہار کی مزید صورتیں اپنے اپنے محل پر ذیل میں بیان ہونگی۔

اخفا کی حالت ادغام اور اظہار کے بین بین ہے۔ یعنی نہ پورا ادغام نہ پورا اظہار۔ بلکہ دونوں سے ملتا جلتا تلفظ رہتا ہے جس کا مشق سے اندازہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اخفا کی صورتیں اپنے اپنے محل پر ذیل میں پیش ہونگی۔

۴۔ انقلاب ابدال　انقلاب سے مراد ہے ایک حرف کو دوسرے حرف میں بدلنا۔ چنانچہ اس کی خاص دو صورتیں حرف (ن) اور حرف ہمزہ کے تحت ذیل میں بیان ہونگی۔

ابدال سے مراد ہے ہمزۂ ثانیہ کو الف سے بدلنا۔ چنانچہ اس فصل میں آگے چل کر عام حروف کے تحت اور نیز مد منقلب کے تحت اس کی مثالیں درج ہیں۔

۵۔ خاص حروف: یہاں تو جملہ حروف کی ترکیب کے ضروری

خصوصیات ذیل میں بیان ہونگے لیکن ترکیب کے خصوصیات میں
پنج حروف زیادہ قابل توجہ ہیں یعنی (ل)، (ھ) (ن)، (و)، (ی)
پس اول ان کی تفصیل جدا جدا ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ ان کے
تحت ادغام اظہار اخفا اور اقلاب ابدال کی مزید صورتیں واضح ہونگی۔

لام (ل)

حرف (ل) کی تفخیم وترقیق جو لفظ اللّٰہ میں واقع ہوتی ہے
اس کی کیفیت سابق میں بیان ہوچکی ہے۔ یہاں (ل) ساکن کی
کیفیت پیش کرتے ہیں۔ (ل) ساکن کی دو حالتیں رہتی ہیں ادغام
یا اظہار۔ اگر (ل) ساکن کا حرف مابعد (ل) یا (ر) واقع ہو تو
(ل) کا ادغام ہوجائیگا بَلْ لَّہٗ (۱۱۲) بَلْ رَّبُّکُمْ (۱۱۳) ادغام کے
سبب (ل) اور (ر) دونوں حرف مشدد رہیں گے باقی تمام حروف
مابعد کے ساتھ (ل) ساکن کا اظہار ہوگا۔ جیسے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
(فاتحہ)۔ اگر (ل) مشدد ہو اور اس پر وقف کیا جائے تو تشدید کو
ظاہر کرنا ضرور ہے۔ جیسے فَظَلَّ (۲۶)۔

علیٰ ہذا (ل) تعریف چودہ حرفوں کے ماقبل آئے تو ان میں مدغم
ہوجاتا ہے۔ ان حرفوں کو حروف شمسیہ اور ادغام کو ادغام
شمسی کہتے ہیں وہ حروف یہ ہیں۔ (ت) (ث) (د) (ذ) (ر) (ز)

(س)(ش)(ص)(ض)(ط)(ظ)(ل)(ن) اس صورت میں (ل) تعریف ساکن بالجزم ہوتا ہے اور حرف مابعد مشدد رہتا ہے۔

اس کے برعکس (ل) تعریف چودہ[۱۴] حرفوں کے ماقبل آئے تو ان میں مدغم نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا اظہار واجب ہے۔ ان حرفوں کو حروف قمریہ اور اظہار کو اظہار قمری کہتے ہیں وہ حروف یہ ہیں۔(ء)(ب)(ج)(ح)(خ)(ع)(غ)(ف)(ق)(ک)(م)(و)(ھ)(ی)۔ اس صورت میں (ل) تعریف تو ساکن بالجزم رہتا ہے لیکن حرف مابعد مشدد کے بجائے بالعموم مفتوحہ ہوتا ہے لیکن مضمومہ یا مکسورہ بھی ہوسکتا ہے۔

حروف شمسیہ اور قمریہ کی مثالیں ذیل میں ملاحظہ ہوں:۔

حروف شمسیہ	حروف قمریہ
(ت) اَلتَّائِبِیْنَ	(ءا) الاسلام
(ث) الثَّالث	(ب) البلاغ
(د) الدنیا	(ج) الجاھلین
(ذ) الذنوب	(ح) الحاقین
(ر) الرحیم	(خ) الخالق
(ز) الزاھدین	(ع) العسر

(س) السلام (غ) غافلین

(ش) الشیطان (ف) الفائزین

(ص) الصالحین (ق) القاھر

(ض) الضالین (ک) الکاذبین

(ط) الطلاق (م) الماکرین

(ظ) الظانّین (و) الوکیل

(ل) الَّذِی (ھ) الھدٰی

(ن) النوم (ی) الیسر

میم (م)

حرف (م) ساکن کی بھی تین حالتیں رہتی ہیں۔ ادغام اظہار۔ اخفا۔ جب (م) ساکن کے بعد دوسرے کلمہ میں حرف (م) متحرک ہی آئے تو (م) ساکن کا ادغام ہوگا جیسے مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ (پ ۳) فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (پ ۱) اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ (پ ۳۰) اور اگر (م) ساکن کے بعد دوسرے کلمہ میں باقی دوسرے حروف آئیں تو (م) ساکن کا اظہار ہوگا مثلاً كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (پ ۱) لَكُمْ دِيْنُكُمْ (پ ۳۰) خاص کر جب (م) ساکن کے بعد حرف (ف) یا حرف (و) آئے تو (م) ساکن کا خوب اظہار

کیا جائے۔ جیسے لَهُمْ فِيهَا (۲/۳۳) عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ (فاتحہ)
لیکن (م) کو طویل نہونے دیں! اور اگر (م) ساکن کے بعد دوسرے
کلمہ میں حرف (ب) آئے تو (م) ساکن کا اخفا ہوگا غنہ کے ساتھ
اور ایک الف کے برابر طویل ہوگا۔ جیسے وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ
(۱/۲) يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ (۴/۱)۔

نون (ن)

واضح ہو کہ حرف (ن) ترکیب کلمات میں سب حروف سے
زیادہ توجہ طلب ہے۔ ضروری تفصیل ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ بحالت
سکون (ن) کے چار حال ہیں! اور ایسے ہی تنوین کے چار حال ہیں
کہ وہ بھی (ن) ساکن ہی کے متماثل ہے وہ چار حال یہ ہیں ادغام
اظہار۔ اخفا اور اقلاب۔

(الف) ادغام۔ اگر ن ساکن یا تنوین کسی کلمہ کے ختم پر
واقع ہو اور (ی) (ر) (م) (ل) (و) (ن) یہ چھ حروف جن کا مجموعہ
یرملون کہلاتا ہے۔ ان میں سے کوئی حرف متحرک مع تشدید۔ (ن)
ساکن یا تنوین کے بعد ہی دوسرے کلمہ میں واقع ہو تو (ن) ساکن یا
تنوین کو حرف مابعد میں ادغام کر دیتے ہیں البتہ ایک فرق ہے
وہ یہ کہ (ی) (و) (م) (ن) جن کا مجموعہ یومن ہے! ان چاروں

حروف میں سے کوئی حرف مابعد واقع ہو تو (ن) ساکن یا تنوین کا غنہ کے ساتھ ادغام ہوگا۔ جیسے مَنْ یَّشَآءُ (کثیر)، یَوْمَئِذٍ یَّصَّدَّرُ (۲۴/۲) مِنْ وَّرَآئِهِمْ (۲/۱)، مِنْ مَّارِجٍ (۱۱/۲۷) جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (۲/۱۹) مِنْ مَّالٍ (۹/۱۱) نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (۱/۲۹) مِنْ نُّوْرٍ (۱۱/۱۱) حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ (۶/۱) اور اگر باقی دو حرف (ر) اور (ل) ان میں سے کوئی حرف مابعد واقع ہو تو (ن) ساکن یا تنوین کا ادغام بلا غنہ ہوگا جیسے مِنْ رَّبِّكَ (کثیر) مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ (۱/۲) كُلٌّ لَّهٗ (۱/۲۴) رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (کثیر) مِنْ لَّدُنَّا (۱/۱۵) مُّبِيْنًاۙ لِّيَغْفِرَ (۹/۲۶) فَاِنْ لَّمْ (۶/۳)

واضح باد کہ ادغام ہمیشہ دو ہی کلموں میں ہوتا ہے۔ پس اگر (ن) ساکن کے بعد (یرملون) کا کوئی حرف ایک ہی کلمہ میں واقع ہو تو ادغام نہ ہوگا جیسے دُنْیَا۔ قِنْوان۔ صِنْوان۔ بُنْیان۔

واضح باد ادغام بلا غنہ کی بعض صورتوں میں ادغام بالغنہ بھی ہو سکتا ہے۔ خاص کر جبکہ (ن) ساکن مقطوع یعنی مرسوم ہو۔ لیکن بخوف حیرانی ایسی نادر صورتیں زیر بحث نہیں لائی گئیں۔

(ن) ساکن کے مذکورہ بالا قواعد میں بعض صورتیں خ... س ہیں جو قابل توجہ ہیں مثلاً مَنْ سکتہ رَاقٍ (۵/۲۹) میں (ن) کا ادغام نہیں ہوتا بلکہ اظہار رہوتا ہے۔ یہاں (ن) عام قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کیونکہ یہاں

سکتہ ہے۔ علیٰ ہٰذا۔ نٓ والقلم (۲۹/۳) اور یٰسٓ والقرآن الحکیم (۲۲/۱) میں (ن) اور (س) کے ن کا خلاف معمول (و) سے ادغام نہیں ہوتا۔ بلکہ دونوں جگہ ن کا اظہار ہوتا ہے۔ تاہم ادغام کی صورت بھی درست مانی جاتی ہے۔ البتہ عملاً وہ نادر ہے۔ البتہ طٰسٓمٓ (۱۹/۵) (۲۰/۴) میں (س) کے (ن) کا (م) میں ادغام ہوتا ہے اس طرح پڑھتے ہیں۔ طاسیمّ میم۔

(ب) اظہار۔ یہ ادغام کے برعکس ہے! اس سے مراد ہے دو حرفوں کو جدا جدا واضح پڑھنا۔ (ن) ساکن یا تنوین جب حروف حلقیہ کے ماقبل واقع ہو خواہ ایک ہی کلمہ میں خواہ دوسرے کلمہ میں تو (ن) یا تنوین کا اظہار ضروری ہے یعنی اس کو حرف مابعد سے اس طرح جدا پڑھیں کہ (ن) کے مخرج پر زبان پوری طرح لگے اور اس کی علیحدگی ظاہر ہو جائے اور نون کے غنہ کی ادائی میں طوالت نہ ہو جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ چھ حروف حلقیہ کہلاتے ہیں (ء) (ھ) (ع) (ح) (غ) (خ) اظہار کی مثالیں۔

حروف حلقیہ	(ن) ساکن یک کلمہ	(ن) ساکن دو کلمہ	(ن) تنوین
ء	یَنْئَوْنَ	مِنْ اَمْرٍ	عذابٌ اَلیم
ھ	مِنْھُمْ	من ھَادٍ	سلامٌ ھِیَ

حروف حلقیہ	(ن) ساکن یک کلمہ	(ن) ساکن دو کلمہ	(ن) تنوین
ع	یَنْعَوْن	مِن عِنْدِنا	سَمِیْعٌ عَلِیْم
ح	یَنْحِتُوْن	فَاِنْ حَکَمْتُمْ	عَلِیْمٌ حَکِیْم
غ	فَسَیُنْغِضُوْن	مِنْ غِلٍّ	عَزِیْزٌ غَفُوْر
خ	مُنْخَنِقَہ	مِنْ خَیْرٍ	عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ

(ج) اخفا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اخفا کی حالت ادغام و اظہار کے بین بین ہے یعنی نہ پورا ادغام نہ پورا اظہار۔ بلکہ دونوں سے ملتا جلتا تلفظ رہتا ہے جس کا مشق سے اندازہ ہو جاتا ہے اخفا کی عام صورت یہ ہے کہ (ن) ساکن یا تنوین کو حرف مابعد سے اس طرح ملا کر پڑھتے ہیں کہ صرف غنہ باقی رہ جاتا ہے۔ جو ایک الف سے زیادہ طویل نہیں ہوتا۔ گویا غنہ کرتے ہوئے حروف مابعد کو ادا کرتے ہیں۔

حروف یرملون جو تحت ادغام اور حروف حلقیہ جو تحت اظہار اوپر بیان ہوئے۔ ان کے سوا جملہ بقیہ حروف کے ماقبل خواہ ایک ہی کلمہ میں خواہ دو کلموں میں ن ساکن اور تنوین کا اخفا ضرور ہے وہ بقیہ حروف یہ ہیں (ت) (ث) (ج) (د) (ذ) (ز) (س) (ش) (ص) (ض) (ط) (ظ) (ف) (ق) (ک)۔ جملہ پندرہ حروف۔ چنانچہ

(ن) ساکن اور تنوین کے اخفا کی مثالیں ملاحظہ ہوں :۔

(ت) اَنْتُمْ ۔ لَنْ تَفْعَلُوْا ۔ اِنْ تَصْبِرُوْا ۔ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ

(ث) مَنْثُوْرًا ۔ مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ ۔ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۔ مَآءً ثَجَّاجًا ۔

(ج) فَاَنْجَیْنَاهُ ۔ مَنْ جَآءَ ۔ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ۔ وَغَسَّاقًا جَزَآءً ۔

(د) اَنْدَادًا ۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ دَكًّا دَكًّا ۔ كَاسًا دِهَاقًا ۔

(ذ) مُنْذِرٌ ۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ ۔ صَوَابًا ۝ ذٰلِكَ ۔ نَارًا ذَاتَ ۔

(ز) تَنْزِیْلٌ ۔ فَاِنْ زَلَلْتُمْ ۔ نَفْسًا زَكِیَّةً ۔ یَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۔

(س) تَنْسَوْنَ ۔ مِنْ سُوْٓءٍ ۔ قَوْلًا سَدِیْدًا ۔ بَشَرًا سَوِیًّا

(ش) یَنْشُرُ ۔ مِنْ شَیْءٍ ۔ نَفْسٍ شَیْئًا ۔ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۔

(ص) یَنْصُرْكُمْ ۔ مِنْ صَلْحٍ ۔ قَوْمًا ذَا ابِ جِیْنَ ۔ رِجَالٌ صَدَقُوْا ۔

(ض) مَنْضُوْدٍ ۔ مِنْ ضَرِیْعٍ ۔ عَذَابًا ضِعْفًا ۔ قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ۔

(ط) اَنۡطَقَنَا ۔ مِنۡ طِیۡنٍ ۔ قَوۡمًا طٰاغِیۡن ۔

(ظ) اُنۡظُرُوۡا ۔ مِنۡ ظُھُوۡرِھِمۡ ۔ قومًا ظٰلِمِیۡن ۔

(ف) یُنۡفِقُ ۔ مِنۡ فِئَۃٍ ۔ کِتَابًا فذا وقوا ۔ کُنۡ فَیَکُوۡن ۔

(ق) یَنۡقَلِبُ ۔ مِنۡ قَرَارٍ ۔ فَتۡحٌ قَرِیۡب ۔

(ک) اَنۡکَالًا ۔ اِنۡ کُنۡتُمۡ ۔ رِزۡقٌ کَرِیۡمٌ ۔ غَنِیٌّ کَرِیۡمٌ ۔

(د) اقلاب ۔ اس سے مراد ہے ایک حرف کو دوسرے حرف میں بدلنا ۔ اس کی عام صورت یہ ہے کہ (ن) ساکن یا تنوین جو کلمہ کے آخر میں واقع ہو اور دوسرے کلمہ میں اس کا حرف مابعد (ب) ہو تو (ن) ساکن یا تنوین کو (م) سے بدل دیتے ہیں اور ایک الف کے برابر طویل کرتے ہیں ۔ جیسے مِنۡۢ بَعۡدِ ۔ مَنۡۢ بَعَثَنَا ۔ بَصِیۡرًۢا بالعباد ۔ خبیرًۢا بصیر لیکن ایسا اقلاب ایک کلمہ کے اندر بھی ہو سکتا ہے مثلاً اَنۡۢبِیَآءِ ۔ لَیُنۡۢبَذَنَّ ۔ ابدال کی دوسری صورت آئندہ حرف ہمزہ (ء) کے تحت بیان ہوگی ۔

واضح باد کہ حرف القلب صرف ایک ہے یعنی (ب) حالانکہ ادغام ۔ اظہار ۔ اور اخفا میں متعدد حرف شامل ہیں جو اپنے اپنے محل پر درج ہیں ۔

الحاصل (ن) ساکن اور تنوین کے چاروں حال یعنی ادغام

اظہار ۔ اخفا اور اقلاب اوپر بیان ہوئے ۔ غور کرنے سے واضح ہوگا
کہ (ن) ساکن اور تنوین کی صورت میں ادغام دو کلموں میں ہوتا ہے۔
ایک کلمہ میں نہیں ہو سکتا لیکن اظہار ۔ اخفا یا اقلاب ایک کلمہ میں بھی
ہو سکتا ہے اور دو میں بھی ہوتا ہے ۔ علیٰ ہذا ادغام میں (ن) ساکن یا
تنوین کے حرف ما بعد پر تشدید رہنی لازم ہے ۔ یوں بھی ادغام میں
دوسرا حرف متحرک بالعموم مشدد پڑھا جاتا ہے ۔ اخفا میں غنہ کو طویل
کرنا بہر صورت لازم ۔ ادغام میں غنہ چار صورتوں میں ہوتا اور دو
صورتوں میں بالکل نہیں ہوتا لیکن ادغام کا غنہ اخفا کے غنہ سے
قوی ہوتا ہے ۔

واؤ (و)

حرف (و) بعض صورتوں میں توجہ چاہتا ہے ۔ خاصکر جبکہ
دو (و) ساتھ ساتھ آئیں ۔ اس کی پانچ صورتیں ہیں ۔

(۱) اول یہ کہ پہلا (و) ساکن ہو اور دوسرا متحرک لیکن پہلا (و)
لینہ ہو یعنی اس کے ماقبل حرکت فتحہ ہو ۔ تو ایسی صورت میں
دونوں و کا ادغام ہوگا ۔ جیسے اَوْوَزَنُوْهُمْ (۸/۳۰)
اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا (۶/۱۰) ۔

(۲) دوم یہ کہ پہلا (و) ساکن ہو اور دوسرا متحرک لیکن پہلا (و)

مدہ ہو یعنی اس کے ماقبل حرکت ضمہ ہو۔ ایسی صورت میں دونوں

(و) کا اظہار ہوگا جیسے اٰمَنُوْا وَعَمِلوا (کثیر)۔

(۳) سوم یہ کہ پہلا (و) متحرک ہو اور دوسرا ساکن پہلا (و) مضمومہ ہو یعنی اس پر ضمہ ہو۔ تو ایسی صورت میں دونوں (و) کا ادغام

ہوگا جیسے مَاوُوْرِیَ / مَاوٗرِیَ (۹/۸) یَلْوُوْن / یلوٗن (۱۶/۴) دَاوُود / داوٗد وَالغَاوُوْن / والغاوٗن

(۹/۱۹) فاوٗا الی (۱۲/۱۵) یستوٗن (۱۵/۴) (۹/۱) تستوٗا (۷/۲۵)۔

بعض لوگ داوٗد میں (ء) نکالتے ہیں یعنی داءُوْدَ۔ لیکن حفص کی روایت میں یہ صحیح نہیں۔ البتہ شعبہ کی روایت میں اس کی گنجائش ہے۔

(۴) چہارم یہ کہ دونوں (و) متحرک ہوں تو دونوں کا اظہار ہوگا جیسے وَوَجَدَكَ۔ وَوَضَعَ۔ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُر (۱۴/۹)۔

(۵) پنجم کہ پہلا و، مشدد ہو اور دوسرا متحرک۔ تو دونوں کا اظہار ہوگا۔ جیسے بِالْغُدُوِّ وَالآصال (۵/۱۲)۔

یا (ی)

ی پانچ خاص حرفوں کے منجملہ آخری حرف (ی) بھی بعض صورتوں میں خاص توجہ چاہتا ہے۔ خاصکر جبکہ دو (ی) ساتھ مل کر

آئیں۔ اس کی چار صورتیں ہیں۔

(١) اول یہ کہ پہلی (ی) ساکن ہو اور دوسری متحرک لیکن پہلی (ی) مدہ ہو یعنی اس کے ماقبل حرکت کسرہ ہو تو ایسی صورت میں دونوں (ی) کا اظہار ہوگا۔ جیسے فِیْ یُوسُفَ ۔ فِیْ یَوْمٍ

(٢) دوم یہ کہ پہلی (ی) متحرک ہو اور دوسری (ی) ساکن تو دونوں کا اظہار ہوگا۔ جیسے اَلْحُسْنَیَیْنِ۔

(٣) سوم یہ کہ دونوں (ی) متحرک ہوں تو دونوں کا اظہار ہوگا۔ جیسے فَلَنُحْیِیَنَّهٗ (١٦/١٤) لِنُحْیِیَ بِهٖ (١٩/٣)۔

(٤) چہارم یہ کہ پہلی (ی) مشدد ہو اور دوسری متحرک تو دونوں (ی) کا اظہار ہوگا۔ جیسے لِاَیِّ یَوْمٍ (٢٩/٢١) اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰهُ (١٩/١٤)

٦۔ عام حروف پانچ خاص حروف (ل)، (م)، (ن)، (و)، (ی)، کی ترکیب کی شکلیں اوپر بیان ہوئیں۔ بقیہ حروف کی ترکیب کی شکلیں ذیل میں ترتیب وار قابل ملاحظہ ہیں:۔

(أ ء) حرف ہمزہ کی نوعیت اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اس کی خاص ترکیبیں ذیل میں پیش ہیں۔

(١) جب دو ہمزہ (ء) مفتوح ہوں اور ساتھ ساتھ آئیں کہ ایک

ہمزہ استفہام ہو اور دوسرا ہمزہ فعل تو دونوں کا خوب اظہار ہونا ضرور ہے۔ جیسے ءَ اَنْذَرْتَهُمْ (۱/۱) بلکہ فعل کی بھی شرط نہیں مثلاً ءَ اَنْتُمْ (۲/۳)۔

(۲) اگر (ح)، (ع)، (ھ)، (ل)، ان چار حرف میں سے کوئی حرف ہمزہ (ء) کے بعد واقع ہو ہمزہ کو ترقیق کے ساتھ خوب اظہار کرنا ضرور ہے۔ جیسے اَحَلَّ۔ اَعُوْذُ۔ اِهْدِنَا۔ اِلَّا۔

(۳) اگر کسی حرف ساکن کے بعد ہمزہ اصلی آئے تو ساکن کا سکون تام اور ہمزہ خوب صاف جدا جدا ادا ہونے چاہئیں ورنہ تلفظ میں ہمزہ ساقط ہو جائے گا۔ اور ہمزہ کی حرکت ساکن ماقبل میں منتقل ہو جائے گی۔ مَنْ اٰمَنَ سے مَنَامَنَ۔ مَا اَدْرَاكَ سے مَا دَرَاكَ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ سے اِنَّ لِسَانَ۔ مَا فِی الْاَرْضِ سے مَا فِیْ لَرْضِ۔ علیٰ ہذا درمیانی ہمزہ کو بھی خوب صاف ادا کرنا چاہئے مثلاً كَمَا بَدَاَكُمْ (۸/۱) میں ہمزہ کو الف بنا دیتے ہیں۔

(۴) اگر کسی کلمہ میں دو ہمزہ جمع ہوں پہلا ہمزہ متحرک اور دوسرا ہمزہ ساکن رہے۔ تو کلمہ سے ابتدا کرنے کی صورت میں دوسرے ہمزہ کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے مطابق حرف مدہ سے ابدال کرنا

واجب ہے۔ جیسے بصورتِ ابتدا اِئۡتِ (اِیۡتِ) میں اور اِئۡتُونِیۡ (اِیۡتُونی) میں ہمزہ دوم کو حرف (ی) سے ابدال کرتے ہیں علیٰ ہذا اُؤۡتُمِنَ (اُوۡتُمِنَ) میں ہمزہ دوم کو حرف (و) سے ابدال کرتے ہیں لیکن جب ایسے کلمات ماقبل کے ساتھ وصل ہوں تو پہلا ہمزہ ساقط ہو جائے گا۔ اور اس صورت میں ابدال درست نہ ہوگا۔ مثلاً اِئۡتِ ابتداءً۔ (اِیۡتِ) وصلاً (وَائۡتِ) اِئۡتونی ابتداءً۔ (اِیۡتُونی)۔ وصلاً۔ (وَائۡتُونِیۡ) اور اُؤۡتُمِنَ ابتداءً۔ (اُوۡتُمِنَ)۔ وصلاً (وَأۡتُمِنَ) تلفظ کئے جاتے ہیں۔ قرآنی مثالیں وصل کی لیجئے۔ اَلَّذِی اؤۡتُمِنَ (۳) الۡمَلِكُ ائۡتُوۡنِیۡ (۱۲) یہاں بھی وہی عمل ہوگا۔ جو بصورت وصل اوپر بیان ہوا۔

مزید صورتیں آگے مد منقلب کے تحت پیش ہونگی۔

(۵) جب دو ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں۔ پہلا ہمزہ مفتوح اور دوسرا ہمزہ لام تعریف والا ہو تو ہمزۂ ثانیہ وصلی کا ابدال الف سے بموافقت حرکت ماقبل ہوگا۔ یا تسہیل بمناسبت حرکت ہمزہ بین الالف وہمزۂ ثانیہ عمل میں آئیگی یہ دونوں وجوہ درست ہیں لیکن ابدال کا معمول ہے۔ اور ایسے کلمات

قرآن میں صرف تین ہیں۔ چنانچہ یہ بحث آگے مدِ منقلب کے تحت مزید پیش ہوگی۔

(۶) جب دو متحرک ہمزہ جمع ہوں تو دوسری ہمزہ کو تسہیل سے پڑھنا چاہیئے۔ یعنی ہمزہ اور الف کے بین بین پڑھنا کہ تلفظ میں ہمزہ کی صفت باقی نہ رہے۔ صرف حرکت باقی رہ جائے جیسے ءَاَعْجَمِیٌّ (۲۹/۲۴) لیکن صرف یہی ایک مقام ہے جہاں حفص کی روایت میں تسہیل ضروری ہے۔ اس کے سوا تسہیل کی ایک وجہ اسی فصل میں آگے چل کر مدِ منقلب کے تحت بیان ہوگی۔

(ب) حرف (ب) جب کسی حرف مفخمہ کے پہلے آئے تو (ب) کا خوب ترقیق کے ساتھ اظہار ہونا ضرور ہے۔ جیسے بَرْقٌ بَطَلَ بَغٰی۔ ایسی صورت میں (ب) کو تفخیم سے محفوظ رکھنا ضرور ہے علیٰ ہذا بِضِیَآءٍ (۱/ب۲)

ت حرف (ت) جب کسی حرف مفخمہ کے قبل آئے تو (ت) کا خوب ترقیق سے اظہار ہونا ضرور ہے۔ جیسے تَصْلٰی مُسْتَطِیْرًا۔ ایسی صورت میں (ت) کو تفخیم سے محفوظ رکھنا ضرور ہے۔ اور جب (ت) ساکن ہو یا مکرر آجائے تو صفت

شدت کی حفاظت ضرور ہے۔ جیسے یثلون تتوفّٰہم (۱/۱۴)

(ث) حرف (ث) کے بعد ہی جب متقارب حرف (س) آجائے تو دونوں کا بخوبی اظہار ضروری ہے۔ جیسے وَرِثَ سُلَیْمٰنُ (۱۶/۱۹) مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ (۹/۴) حَیْثُ سَکَنْتُمْ (۱۸/۲۸)۔

(ح) حرف (ح) کے ماقبل یا مابعد کوئی حرف مفخمہ آجائے تو (ح) کا خوب ترقیق سے اظہار ہونا ضرور ہے۔ جیسے طَحٰہَا (۱۶/۳۰) ضُحٰہَا (۱۶/۳۰) حَصْحَصَ (۱۷/۱۲) اَحَطْتُّ (۱۷/۱۹)۔ یَسْتَنْکِحَہَا (۳/۲۲) علیٰ ہذا اگر (ح) کے ماقبل یا مابعد کوئی حرف متجانس آجائے تو بھی (ح) کے اظہار کا اہتمام رکھیے جیسے فَاصْفَحْ عَنْہُمْ (۶/۱۴) سَبِّحْہُ (۲۰/۲۹) بِمُزَحْزِحِہٖ (۱/۱)۔

(خ) حرف (خ) خود مفخمہ ہے اس کے بعد کوئی دوسرا حرف مفخمہ واقع ہو تو تلفظ میں احتیاط درکار ہے۔ جیسے خَصْمٰنِ (۱۱/۲۲) خَطِیْٓـَٔتُہٗ (۹/۱)۔

(ذ) حرف (ذ) کسی حرف مفخمہ کے قبل آئے تو (ذ) کا خوب ترقیق سے اظہار ہونا ضرور ہے۔ جیسے ذَرْہُمْ (متعدد) وَنَذَرْتُہُمْ (۱۵/۱۲) ایسی صورت میں (ذ) کو تفخیم سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

علےٰ ہذا (ذ) کے قبل (ز) واقع ہو تو تلفظ میں احتیاط ضرور ہے
جیسے عَزِیْزٌ ذُوانْتِقَامٍ (ع ۹/۲)۔
(ر) حرف (ر) کے صفات عارضہ فصل ششم میں تفصیل سے بیان
ہو چکے ہیں بعض الفاظ میں (ر) کا اظہار اہتمام طلب ہوتا
ہے مثلاً صراط میں چاروں حروف مفخمہ ہیں۔ (ص) (ط)
تو بہرحال مفخمہ ہیں! ور (ر) فتحہ کے سبب اور الف (ر)
کے سبب مفخمہ ہو گیا۔ ہر حرف کا خوب اظہار کرے۔ علےٰ ہذا
کلمہ اَعْرِضْ (۲/۱۲) میں (ر) کا خوب ترقیق سے اظہار کرے
کلمہ بَطِرَتْ (ب ۹/۲) بھی قابل توجہ ہے۔
(س) حرف (س) کسی حرف مفخمہ کے قبل آئے تو (س) کا خوب ترقیق
سے اظہار کرے۔ جیسے بَصْطَةً (۲/۱)۔ بَسْطَةً (۱۶/۲) مَسْطُوْرًا
(۳/۲) اسی صورت میں س کو تفخیم سے محفوظ رکھنا ضرور ہے۔
(ض) حرف (ض) اول تو یونہی تلفظ میں اہتمام طلب ہے۔ پھر
خود مفخمہ ہے۔ پھر اگر اس کے قبل یا بعد ہر دو محل پر کوئی حرف مفخمہ
واقع ہو تو کلمہ کا تلفظ بہت احتیاط طلب ہو جاتا ہے کہ ہر حرف
کا بخوبی اظہار ہو سکے۔ جیسے اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (۱۹/۳۰) فَمَنِ
اضْطُرَّ (۲/۸) اَضْطَرُّهُ (۱/۵) يَعَضُّ الظَّالِمُ (۱۹/۱) وَاغْضُضْ (۱۱/۲۱)

يَغْضُضْنَ (۱/۱۸) اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (۱۲/۲۶) ضِغْثًا (۱۳/۲۲)
علیٰ ہٰذا اگر (ض) کے مابعد حرف (ذ) واقع ہو تو بھی اظہار میں اہتمام درکار ہوتا ہے جیسے بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ (۱۱/۱۶) الْاَرْضِ ذَهَبًا (۱۷/۴)۔

(ط) حرف (ط) جو سب سے زیادہ مفخم ہے پھر قلقلہ کے ساتھ مجہورہ اور شدیدہ بھی ہے۔ سب سے زیادہ مضبوط حرف ہے اس کے اظہار میں بھی اہتمام درکار ہے۔ خاص کر جبکہ اس کے ماقبل یا اس کے مابعد حرف (ت) واقع ہو۔ جیسے اَفَتَطْمَعُوْنَ (۹) یا اَحَاطَتْ (۹/۱) جب کہ (ط) کا حرف (ت) میں ادغام ہو۔ تو (ط) کا اظہار اہتمام طلب ہو جاتا ہے۔ ایسے ادغام ناقص کی مثالیں سابق میں درج ہو چکی ہیں جیسے بَسَطْتَ (۹) فَرَّطْتُ (۳/۲۴) اَحَطْتُ (۱۷/۱۹) البتہ (ت) کا (ط) میں ادغام ہو تو (ت) کو (ط) میں بدل کر ادغام تام کرتے ہیں۔
ہر دو حروف کے صفات پر غور کرنے سے اہتمام کی ضرورت واضح ہو سکتی ہے۔ کہ اکثر صفات برعکس ہیں۔ علیٰ ہٰذا جبکہ اس کے ماقبل یا مابعد کوئی دوسرا حرف مفخمہ آئے تو بھی دونوں کا اظہار اہتمام طلب ہے۔ جیسے اَصْطَفٰى (۹/۳) تَطْغَوْا (۱۱/۲)۔

فَتَطْرُدَ هُمْ (۱۲/۷)۔

(ظ) حرف (ظ) کے قبل (ع) آئے تو دونوں کا اظہار احتیاط سے کرے جیسے عَظِيْمٌ۔

(ع) حرف (ع) مشدد ہو تو بخوبی اظہار کرے۔ جیسے یَدُعُّ الْيَتِيْمَ (۳۰/۳۲) يَدَّعُوْنَ (۳/۲۲)۔ علیٰ ہذا اگر (ع) کے بعد کوئی حرف مفخم آئے تو تلفظ میں احتیاط درکار ہے جیسے عَضُدَكَ (۲/۲۰)۔

(غ) حرف (غ) حرف (ق) کے قبل واقع ہو تو (غ) کا خوبی سے اظہار کرے۔ جیسے لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا (۹/۳) اسی طرح اگر (غ) حرف (ض) اور حرف (ث) کے درمیان واقع ہو تو اظہار میں اہتمام کرے۔ جیسے ضِغْثًا (۱۳/۲۳)۔

(ل) حرف (ل) کسی حرف مفخمہ کے قبل یا بعد آئے تو اس کا خوب ترقیق سے اظہار ہونا ضرور ہے۔ جیسے فَاخْتَلَطَ (۸/۱۱)۔ لَسَلَّطَهُمْ (۹/۵) وَلْيَتَلَطَّفْ (۱۵/۱۵) وَلَا الضَّآلِّيْنَ (فاتحہ) عَلَى اللّٰهِ (کثیر)۔

(ر) حرف (ر) کسی حرف مفخمہ کے قبل یا بعد آئے تو (ر) کا خوب ترقیق سے اظہار ہونا ضرور ہے۔ جیسے مَرَضٌ (کثیر) وَمَا اللّٰهُ

بِخَافِلٍ (۱/۲) مَخْمَصَةٍ (۴/۱۱)۔

حروف (ب) (و) (ف) (م) جن کا مجموعہ بوفم ہے لب سے نکلتے ہیں۔ اگر ان میں سے (ب) (و) یا (ف) کوئی حرف بعد (م) ساکن واقع ہو تو م کا بخوبی اظہار ضرور ہے۔ مبادا ادغام ہو جائے۔ جیسے فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ (۱/۶) وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ٥ (۱/۲) اَقِمْ وَجْهَكَ (۱۶/۱۱) عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ (فاتحہ) هُمْ فِيْهَا (۴/۱) قُمْ فَاَنْذِرْ (۵/۲۹) لیکن (ب) کی صورت میں یہ بھی درست ہے کہ اس کا اخفا ہو (م) میں غنہ کے ساتھ اس کو اصطلاحاً اخفاء شفوی کہتے ہیں۔ اس آیت میں وَعَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ (۴/۱۲) تین (م) مشدد جمع ہیں۔ اور ان کے ساتھ دو (م) مخفف ہیں۔ جملہ آٹھ (م) ہیں احتیاط سے ادا کیا جائے۔

(ن) (ن) ساکن کے بعد (ع) متحرک کا خوبی سے اظہار کرے جیسے اَنْعَمْتَ (فاتحہ)۔

(ھ) حرف (ھ) کے ماقبل یا مابعد حرف (ح) آئے تو متقارب ہونے کے سبب دونوں کا خوبی سے اظہار کرے۔ جیسے سَبِّحْهُ (کثیر) يَسْتَنْكِحَهَا (۳/۲۲) طَحٰهَا (۱۶/۳) فَمُحْهُٰ (۱/۶) اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

حقّ (۱۵/۵) اسی طرح جب (ھ) دو مرتبہ ساتھ ساتھ آئے۔ ہر (ھ) کا اظہار کرے۔ جیسے وجہہ۔ وجہہا۔ وجوہہم۔

۶۔ امالہ | ترکیب حروف کی بعض خاص شکلیں یعنی ادغام۔ اظہار اخفا اور اقلاب و ابدال اپنے اپنے محل پر اوپر بیان ہوئیں علیٰ ہذا تسہیل کی شکل حرف (ء) کے تحت اوپر بیان ہوئی۔ اب رہی امالہ کی شکل سو امالہ سے مراد ہے۔ فتحہ کو کسرہ کی طرف مائل کرنا اور ساتھ ہی الف کو (ی) کی طرف مائل کرنا اور تقریباً (ے) مجہول کی آواز نکالنا اس کی واحد مثال یہ ہے۔ مَجْرِیھَا (۲/۱۲) جو دراصل مَجْرَیٰھَا ہے واضح ہو کہ یہاں امالہ میں (ر) مرقق رہیگی۔

۸۔ رَوم واِشمام | ترکیب حروف میں تلفظ کی دو نزاکتیں اصطلاحاً روم و اشمام کہلاتی ہیں۔ روم میں ضمہ یا کسرہ کو بطور مجہول ادا کرتے ہیں کہ حرف کی یک ثلث حرکت ظاہر ہو اور اشمام میں صرف لبوں کو غنچہ کے مانند آگے بڑھا کر سمیٹتے ہیں۔ گویا جیسے کوئی ضمہ ادا کرتا ہے۔ حالانکہ ضمہ کی حرکت ظاہر نہیں ہوتی۔ چنانچہ سورۂ یوسف میں کلمہ لَا تَاْمَنَّا (۱۲/۱۲) کی ایک خاص صورت ہے یعنی یہاں (ن) اول کا نہ اظہار محض ہے مثلاً لَا تَاْمَنُنَا نہ ادغام محض مثلاً لَا تَاْمَنَّا بلکہ (ن) اول کا تلفظ اظہار و ادغام کے بین بین ہے قریب اخفا کے۔

پس اس کلمہ میں روم یا اشمام ضروری مانا جاتا ہے اگر اظہار کا میلان غالب ہو تو روم ہوگا۔ اور اگر ادغام کا میلان غالب ہو تو اشمام ہوگا۔ بہرحال دونوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کی جائیگی دونوں صورتیں صحیح مانی جاتی ہیں۔ تلفظ میں مشق کی ضرورت ہوگی۔ اسی ایک مقام میں روم یا اشمام ضروری قرار دیا گیا ہے اس کے سوا وقف میں کوئی حسب قاعدہ روم یا اشمام کرے تو وہ امر اختیاری ہے۔ چنانچہ بعض صورتوں میں وقف پر قاری روم یا اشمام کرتے ہیں۔ جیسے وَلِیَ دِین اور وہ مستحسن ہے۔

ادغام۔ اظہار۔ اخفا۔ اقلاب و ابدال۔ علےٰ ہذا تسہیل۔ امالہ۔ روم و اشمام۔ مذکورہ بالا نو شکلوں کے بعد ذیل میں دسویں شکل یعنی مد کی کیفیت پیش کرتے ہیں کہ ترکیب حروف میں اس کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔

۹۔ مد حرف مدہ (الف) (و) (ی) کی کیفیت سابق میں بیان ہو چکی ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ان حروف کا مدوں سے بھی تعلق ہے۔ مد سے مراد ہے حرف کی صوت یا آواز کو تلاوت میں طول دینا۔ اس طول کی مدت ایک الف سے تین الف کی ادائی تک بڑھتی ہے اور اسی حساب سے مد کو قصیر یا متوسط یا طویل ہے

تعبیر کرتے ہیں۔ ایک الف سے اتنی دیر مراد ہے کہ یکے بعد دیگرے
دو انگلیاں بند کی جا سکیں۔ مد کی کئی قسمیں قرار دیجاتی ہیں۔ ایک
تقسیم ہے مدا صلی اور مدا فرعی ہے۔ پھر مد فرعی کی دو قسم ہیں
مد متصل اور مد منفصل۔ علیٰ ہذا مد فرعی کی ایک دوسری تقسیم
ہے۔ مد لازم اور مد عارض۔ پھر اور ایک قسم ہے مد منقلب
چنانچہ ذیل میں جملہ اقسام کی کیفیت پیش ہے۔

(۱) مد اصلی جس کو مد طبعی بھی کہتے ہیں۔ یہ مد بلا تکلف حروف
مدہ (الف) (و) (ی) میں ادا ہوتا ہے۔ گویا حروف مدہ میں
خود ہی مد طبعی داخل ہے اس کی مقدار ایک الف رہتی ہے
اس لئے اس کو مد قصیر بھی کہتے ہیں نیز کلمۂ اَللّٰه پر مد
طبعی رہتا ہے البتہ بحالت وقف اس پر مد طویل آتا ہے
لیکن بعض کے نزدیک اِنَّ اللّٰه (ﷺ) بلا مد ہوتا ہے۔
بعض کے نزدیک لفظ اللّٰه اور لفظ رحمٰن پر بلا وقف
بھی مد طویل درست ہے۔ اسے مد تعظیم کہتے ہیں۔

(۲) مد فرعی کی دو قسم ہیں۔ مد متصل اور مد منفصل۔
(الف) اگر ایک ہی کلمہ میں حروف مدہ کے بعد ہمزہ (ء) واقع ہو
تو حروف مدہ پر مد آئیگا۔ جیسے جَآءَ۔ شَآءَ۔ سُوْٓءَ۔ جِیْٓءَ۔

اسے مد متصل کہتے ہیں۔اس کی مقدار دو الف رہتی ہے
اس لئے اس کو مد متوسط بھی کہتے ہیں۔

(ب) اگر ایک کلمہ کے آخر میں حرف مدہ واقع ہو اور دوسرا کلمہ ہمزہ سے شروع ہو تو حرف مدہ پر مد آئیگا۔ جیسے بِمَآ اُنْزِلَ (۱/۱) قَالُوْٓا اٰمَنَّا (۲/۱) فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ (۱۸/۲۶) اسے مد منفصل کہتے ہیں۔اس کی مقدار بھی دو الف کے برابر رہتی ہے اس لئے اس کو مد متوسط کہتے ہیں لیکن بقدر الف مد قصیر بھی درست ہے۔ تاہم سیدنا حفصؒ کے مذہب میں یہ عمل نہیں ہوتا بلکہ مد متوسط لازم ہے۔

اگر حرف مدہ صرف تلفظ میں ہو اور رسم الخط میں نہ ہو تو بھی مد متوسط آئیگا۔ جیسے اَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ (۳/۲) عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (۳/۲) مِنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (۲/۳) مد منفصل کی یہ بھی ایک صورت ہے۔ رسم الخط میں (ی) کے لئے کھڑا زیر اور (و) کے لئے اُلٹا پیش لکھتے ہیں۔ چنانچہ حرکت اشباعی کے تحت فصل سوم میں صراحت درج ہے۔

(۳) اب مد فرعی کی دوسری تقسیم لیجئے۔ مد لازم اور مد عارض

(الف) اگر ایک ہی کلمہ میں حرف مدہ کے بعد حرف مشدد واقع

ہو تو حرف مدہ پر مد آئیگا۔ جیسے اَلْحَآقَّۃُ (۲۹) حَآجَّہٗ (۶) دَآبَّۃٍ (۲۱) تُحَآجُّوْنِّیْ (۶) وَلَا الضَّآلِّیْنَ (فاتحہ)

اسے مد لازم کہتے ہیں اس کی مقدار تین الف رہتی ہے

یعنی یہ مد طویل ہے۔

اگر تشدید کے بجائے حرف مابعد میں جزم لازم ہو تو بھی اسی طرح مد طویل آئیگا۔ جیسے حروف مقطعات میں نٓ۔ قٓ۔ نیز اگر حرف (ی) مدہ کے بجائے لینہ ہو اور حرف مابعد پر جزم لازم ہو تو بھی اسی طرح مد متوسط آئیگا۔ جیسے حروف مقطعات میں (عٓ)۔ حروف مقطعات کا تلفظ تفہیم طلب ہے۔ لہٰذا اس کو ذیل میں جداگانہ بیان کرینگے

واضح ہو کہ اگر ایک ہی کلمہ کے بجائے دو کلموں میں مذکورہ بالا صورتیں تشدید اور جزم کی واقع ہوں تو مد لازم نہ ہوگا۔

واضح باد کہ حروف مدہ کے مد لازم میں صرف طول ہے لیکن حروف لینہ کے مد لازم میں طول اور توسط دونوں جائز ہیں مثلاً کٓھٰیٰعٓصٓ کے (ع) میں طول اور توسط ہے لیکن (ک) اور (ص) میں صرف طول ہے۔

(ب) اگر ایک ہی کلمہ میں حرف مدہ کے مابعد حرف پر وقف ہو تو حرف مدہ پر مد آئیگا۔ جیسے عبادْ جنتانْ یعلمونْ

رَحِيْم ط عٰلَمِيْن ؕ مدا اسے مد عارض کہتے ہیں اس کی مقدار ایک یا دو یا تین الف رہتی ہے۔ گویا تینوں درجہ طول توسط اور قصر جائز ہے۔

نیز اگر حروف (و)(ی) مدہ کے بجائے لینہ ہوں۔ اور حرف مابعد پر وقف ہو تو بھی حروف لینہ پر مد آئیگا۔ جیسے وَالصَّيْفِ ۚ (۳۰/۳) مِنْ خَوْفٍ ٥ (۳۰/۳) البتہ یہاں مد قصیر بہتر ہوگا اگرچہ مد متوسط اور مد طویل بھی جایز ہے۔

خلاصہ یہ کہ حرف مدہ کے بعد سکون لازم ہو خواہ تشدید میں خواہ جزم میں تو بہر صورت مد طویل آئیگا۔ اور اگر حروف مدہ کے بعد سکون غیر لازم ہو یعنی وقف تو مد کی تین صورتیں ہیں مد قصیر مد متوسط اور مد طویل۔ جنکی صراحت اوپر درج ہو چکی ہے۔

(۴) مد کی آخری قسم مد منقلب ہے جو قرآن کریم میں صرف تین کلمات پر آتا ہے۔ قُلْ ءَآلذَّكَرَيْنِ (۸/۴) دو جگہ سورۃ الانعام میں آٰلْئٰنَ (۱۱/۱۱) دو جگہ سورۃ یونس میں۔ آٰللّٰهُ اَذِنَ (۱۱/۱۱) ایک جگہ سورۃ یونس اور آٰللّٰهُ خَيْرٌ (۱۹/۱۹) ایک جگہ سورۃ النمل میں۔ ان تین کلموں میں مد منقلب واقع ہے کیفیت یہ کہ ہمزۂ استفہام جو ہمزۂ وصل اور الف لام تعریف کے

قبیں آیا تو ہمزہ وصل بھی الف میں بدل گیا جس سے مدطویل کی شکل نمودار ہوئی اسی سبب اس کو مدمنقلب کہتے ہیں۔

واضح ہو کہ ہمزۂ وصل جو الف میں بدل گیا تو یہ وجہ ابدال ہے اس کے سوا یہاں ایک وجہ تسہیل کی بھی مانی جاتی ہے یعنی ہمزۂ وصل کا تلفظ الف اور ہمزہ کے بین بین کیا جاسکتا ہے۔ ابدال اور تسہیل کی بعض صورتیں عام حروف کے تحت بیان ہوچکی ہیں۔

۱۰۔ **حروف مقطعات** قرآن کریم میں بعض کلمات بطور رموز اسطرح حروف سے مرکب ہیں کہ بظاہر وہ کلمہ نہیں معلوم ہوتے یعنی معمولاً ان کے کوئی معنی معلوم نہیں ہوتے۔ اسی سبب وہ رموز شمار ہوتے ہیں مثلاً الٓمّٓ (۱/۱)، حٰمٓ (۶/۲۴)، طٰسٓ (۷/۱۹)، یٰسٓ (۱۸/۲۲) طٰهٰ (۱/۱۶)، صٓ (۱/۲۳)، نٓ (۳/۲۹)، قٓ (۱۵/۲۶)، طٰسٓمٓ (۵/۹) (۴/۲۰) الٓمٓصٓ (۵/۸)، الٓمٓرٰ (۶/۱۳)، كٓهٰيٰعٓصٓ (۲/۱۶)، حٰمٓ عٓسٓقٓ (۲/۲۵) ایسے کلمات کو حروف مقطعات بھی کہتے ہیں اصول معلوم نہ ہونے کے سبب اکثر ان کے پڑھنے میں الجھن محسوس ہوتی ہے۔ بلکہ غلطی سرزد ہوجاتی ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ بخوبی وضاحت کردی جائے۔ کہ کسی شک وشبہہ کی گنجائش نہ رہے۔ اگرچہ یہ بحث مد لازم سے متعلق ہے چنانچہ مد لازم کے تحت اس کا اشارہ بھی ہوچکا ہے۔ تاہم بنظر سہولت یہ

جداگانہ طور پر اقسام مد کے بعد بیان کرنا بہتر معلوم ہوا چنانچہ ضروری کیفیت ذیل میں پیش ہے۔

عربی حروف کے تلفظ پر غور کیجیئے تو بعض حروف کے تلفظ میں دو حروف شامل ہیں مثلاً با۔ تا اور بعض کے تلفظ میں تین شامل ہیں جیسے جیم۔ دال۔ تلفظ کے اس حساب سے حروف متعلقہ کو دو حرفی اور سہ حرفی کہہ سکتے ہیں۔ دو حرفی حروف میں ایک تو خود اصل حرف اور اس کے بعد الف مدہ شامل رہتا ہے۔ جیسے با۔ تا۔ ثا۔ حا خا۔ را۔ زا۔ طا۔ ظا۔ فا۔ وا۔ ھا۔ علےٰ ہٰذا سہ حرفی حروف میں اول تو خود اصل حرف۔ دوسرے کوئی حرف مدہ یعنی (الف) (و) (ی) اور تیسرے کوئی دوسرا حرف شامل رہتا ہے۔ جیسے جیم۔ دال ذال۔ سین۔ شین۔ صاد۔ ضاد۔ قاف۔ کاف۔ لام۔ صرف ایک حرف الف میں درمیانی حرف مدہ نہیں رہتا۔ دو حروف ایسے ہیں کہ ان میں تیسرا حرف بھی وہی اصل حرف رہتا ہے۔ جیسے میم۔ نون اور دو حروف ایسے ہیں کہ ان میں درمیانی حرف (ی) بجائے مد کے بجائے لینہ رہتا ہے۔ جیسے عین۔ غین۔ منشاء تمام تلفظوں کا یہ ہے کہ حرف کا مخرج تلفظ کے ذریعہ بخوبی واضح ہوجائے۔ چنانچہ سابق میں بھی اشارہ ہوچکا ہے۔

اب حروف مقطعات کی تلاوت کو لیجیے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو حروف سہ حرفی واقع ہوں ان سب پر مد طویل آئیگا اور جو باستثنائے الف دو حرفی واقع ہوں۔ ان پر مد قصیر آئیگا مثلاً حٰمٓ میں (حا) پر مد قصیر اور (م) پر مد طویل آئیگا۔ علیٰ ہذا طٰسٓ میں (طا) پر مد قصیر اور (س) پر مد طویل آئیگا۔ طٰہٰ میں دونوں حرف پر مد قصیر آئیگا۔ نٓ اور قٓ میں ہر ایک حرف پر مد طویل آئیگا۔ وقس علیٰ ہذا۔

حروف مقطعات میں ہر حرف کا تلفظ بحیثیت اسم حرف کیا جاتا ہے مثلاً (الف)، (لام)، (میم)، (ن)، (عین)، (سین)، (قاف)، (صاد) ایسی صورت میں ہر حرف جدا جدا ساکن رہتا ہے۔ کوئی حرف دوسرے حرف سے نہیں ملتا مثلاً حٰمٓ (۶/۲۴) کو پڑھیں گے۔ حامیم بعض لوگ حامِیم پڑھتے ہیں جو صحیح نہیں۔ علیٰ ہذا طٰسٓ کو پڑھیں گے طاسین۔ بہرحال ہر حرف جدا جدا ساکن پڑھا جاتا ہے البتہ الٓمٓ میں اور نیز جہاں کہیں (ل) (م) حروف مقطعات میں ساتھ ساتھ آئیں۔ لام کی (م) کو میم کی (م) میں مدغم کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا طٰسٓمٓ (۵/۱۹) (۲/۲۰) میں سین کے (ن) کا میم کی (م) میں ادغام ہوتا ہے۔ اسطرح پڑھتے ہیں طاسیمّیم بعض لوگ طاسین میم پڑھتے ہیں جو صحیح نہیں۔ ادغام کی یہ دونوں صورتیں ادغام کے قاعدے کے مطابق ہیں۔

قرآن کریم میں جو حروف مقطعات بعض سورتوں کے شروع میں واقع
ہیں۔ان میں الف کے علاوہ مزید آٹھ حروف سہ حرفی ہیں یعنی س ص
ع ۔ق ۔ک ۔ل ۔م ن ۔ ان پر مد طویل آتا ہے۔ بقدر تین الف ۔البتہ
(ع) پر مد متوسط بھی آسکتا ہے کہ اس کا درمیانی حرف (ی) لینہ ہے مدہ
نہیں ہے اور اسی طرح پانچ حروف دو حرفی ہیں یعنی ح ۔ر ۔ ط ۔ ہ ۔
ی ۔ ان پر صرف مد تبعیہ آتا ہے بقدر یک الف ۔البتہ حرف الف کی خاص
صورت ہے۔کہ یہ ہمیشہ مدہ رہتا ہے! ور اس پر مد طویل آتا ہے ۔ اسمیں قصر نہیں آتا
۱۱۔خلاصہ | ترکیب حروف میں تلفظ کی جو خاص شکلیں پیدا ہوتی ہیں
ادغام ۔اظہار ۔ اخفا اور اقلاب و ابدال علی ہٰذا تسہیل ۔
امالہ ۔ روم و اشمام اور مد ۔ ان سب کی کیفیت بقدر ضرورت
اپنے اپنے محل پر بیان ہوئی جس سے واضح ہوگا کہ تلاوت میں ان
معلومات کی کس درجے ضرورت ہے غلطی کی صورت میں اکثر لحن
خفی بلکہ لحن جلی کا ارتکاب ہوتا ہے ۔حتی المقدور احتیاط کرے
لیکن احتیاط میں وہم کی حد تک مبالغہ نہ کرے ۔ بے توجہی مذموم ہے ۔توجہ
کے ساتھ جس قدر کوشش ہوسکے کافی ہے مقدور سے زیادہ مطالبہ
نہیں ۔علیٰ قدر مراتب تلاوت میں صحت ممکن و مطلوب ہے ۔

فصل ہشتم

متفرقات

۱۔ **آداب تلاوت** اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ ۙ فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۲۷|۲۶ پس لازم ہے کہ لباس پاک صاف ہو۔ وضو کر کے تلاوت قرآن کرے ایسی حالت میں کہ نماز پڑھ سکے۔ مقام بھی پاک صاف ہونا ضرور ہے۔ قبلہ رخ بیٹھ کر تلاوت کرے تو اور بھی بہتر ہے۔ اگر ناظراں کے بجائے حفظ پڑھے تو بھی ان شرائط کی پابندی اولیٰ ہے۔

۲۔ **آغاز تلاوت** اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۱۴|۱۹ پس ضرور ہے کہ قرآن کی تلاوت شروع کرتے وقت کہے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ اس کے بعد کہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اس کے بعد دوران تلاوت میں ہر سورہ کے پہلے بسم اللہ پڑھے۔

اعوذ باللہ کی ضرورت نہیں۔ صرف ایک مرتبہ تلاوت شروع کرتے وقت
پڑھ لینا کافی ہے اور دورانِ تلاوت میں بسم اللہ بھی سورہ برائۃ
کے پہلے نہیں پڑھتے بلکہ یہاں ترک کر دیتے ہیں البتہ اگر سورہ برائۃ
سے تلاوت شروع کریں تو شروع میں صرف اعوذ باللہ پڑھ لیتے ہیں
لیکن اگر درمیان کے کسی مقام سے شروع کریں تو بسم اللہ پڑھ سکتے
ہیں اس سورہ کو التوبہ بھی کہتے ہیں۔

اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنے کے چار طریق ہیں۔ ایک
یہ کہ اعوذ باللہ اور بسم اللہ دونوں پر وقف کرے اس کے
بعد سورہ شروع کرے اس کو وقف وقف کہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ
اعوذ باللہ کو بسم اللہ سے وصل کرے ساتھ کسرہ آخر م
رجیم کے اور بسم اللہ پر وقف کرے اس کے بعد سورہ شروع
کرے اس کو وصل وقف کہتے ہیں تیسرے یہ کہ اعوذ باللہ پر وقف
کرے اور بسم اللہ کو سورہ سے وصل کرے ساتھ کسرہ آخر م
رجیم کے اس کو وقف وصل کہتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ اعوذ باللہ
بسم اللہ اور سورہ تینوں کو وصل کرے ایک ہی تلاوت کے
سلسلے میں اس کو وصل وصل کہتے ہیں۔ ان چاروں صورتوں میں
جس طرح چاہیں تلاوت شروع کر سکتے ہیں۔ ہر صورت کا اصطلاحی

نام بھی درج کر دیا گیا۔

وصل کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی کلمہ کو ما بعد سے ملانا مقصود ہو اور کلمۂ ما بعد ہمزۂ وصلی سے شروع ہوتا ہو تو وصل کی صورت میں وہ ہمزہ گر جائیگا۔ جیسے بسم اللہ کو سورہ فاتحہ سے وصل کریں تو اَلْحَمْدُ کی ہمزہ گر کر رحیم ۔ ٥ ۔ وصل ہو گی اس طرح الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

واضح ہو کہ قرآن شریف میں وسط آیت میں ہمزہ وصلی پر حرکت نہیں رہتی البتہ اگر ہمزہ وصلی سے ابتدا کرنا چاہیں تو ہمزہ کے بعد کے ساکن حرف کے بعد کے حرف کی حرکت کو دیکھیں اپنے تیسرے حرف کی حرکت کو دیکھیں اگر مضموم ہے اور وہ ضمّہ اصلی ہے تو ہمزۂ وصلی کو بھی ضمّہ ہوگا جیسے اُنْظُرْ۔ اُنْصُرْ۔ ورنہ کسرہ ہوگا۔ جیسے اِغْفِرْ۔ اِسْمِعْ۔ اگر ضمّہ عارضی ہو جو بضمن تعلیل عائد ہوا ہو تو ایسی صورت میں بھی ہمزۂ وصلی کو کسرہ ہوگا مثلاً اِمْشُوا۔ اِتَّقُوا۔ یہ قاعدہ وقوف کلمات میں بھی کام آسکتا ہے۔ چنانچہ وقوف کلمات کی بحث سابق میں پیش ہو چکی ہے۔

۳۔ سجدہ تلاوت | قرآن کریم میں چودہ آیات ہیں جن کو پڑھتے وقت سجدہ کرنا واجب ہے۔ قرآن کے نسخوں میں ان آیات کے

مقابل حاشیہ پر سجدہ لکھا رہتا ہے اس لئے یہاں وہ آیات درج کرنے کی ضرورت نہیں۔ سجدۂ تلاوت کا طریق یہ ہے کہ قبلہ رو بیٹھ کر جیسے کہ نماز میں بیٹھتے ہیں۔ ہاتھ اُٹھائے بغیر اَللّٰہُ اَکْبَر کہے اور سجدہ کرے۔ سجدہ میں حسبِ معمول ۳ مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے اور اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہوا سر اٹھائے سجدہ پورا ہو گیا۔ اس کے بعد تشہد اور سلام کی ضرورت نہیں۔ اگر تلاوت کے وقت سجدہ نہ کر سکے تو بعد کو بھی سجدہ کر سکتا ہے۔ مگر بہتر ہے کہ تلاوت کے وقت ہی سجدہ ادا کرے۔ پڑھنے والے کی طرح سننے والے پر بھی سجدہ واجب ہوتا ہے۔ اگر دورانِ نماز میں کوئی آیت سجدۂ تلاوت میں آئے تو حسبِ طریق بالا سجدہ کر کے باقی نماز کی تکمیل کی جاتی ہے یعنی نماز جاری رہتی ہے منقطع نہیں ہوتی۔

بعض ائمہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت سنت ہے۔ اور اس میں تشہد و سلام بھی شامل ہے۔ آیاتِ سجدہ میں بھی قدرے اختلاف ہے بعض کے نزدیک ایسی آیات صرف گیارہ[۱۱] ہیں۔ اور بعض کے نزدیک سجدہ کی بعض آیات مختلف ہیں۔

۴۔ تقسیم قرآن۔ قرآن کریم کی تقسیم یوں ہے۔ (۱) سات منزل (۲) تیس پارے (۳) ایک سو چودہ[۱۱۴] سورتیں (۴) پانسو اٹھاون[۵۵۸] رکوع (۵) چھ ہزار دو سو سینتیس[۶۲۳۷] آیات۔ یہ سب تقسیمیں مصاحف میں اپنے اپنے

۶۲۳۶ یا

محل پر درج رہتی ہیں۔ البتہ منجملہ (۱۱۴) سورتوں کے بعض سورتوں کے نام ایک ایک سے زیادہ مروّج ہیں اور مختلف نسخوں میں مختلف نام درج رہتے ہیں۔ جو بغرض واقفیت ذیل میں درج ہیں :-

(۱) الفاتحہ ۔ الحمد
(۲) المائدہ ۔ العقود
(۳) التوبہ ۔ براءۃ
(۴) النحل ۔ النعم
(۵) بنی اسرائیل ۔ الاسرا ۔ سبحان
(۶) طٰہٰ ۔ الکلیم
(۷) المؤمنون ۔ الفلاح ۔ مؤمنین
(۸) الشعراء ۔ الجامعہ
(۹) النمل ۔ سلیمان
(۱۰) السجدہ ۔ المضاجع
(۱۱) الفاطر ۔ الملائکہ
(۱۲) الزمر ۔ الغرف
(۱۳) المؤمن ۔ غافر ۔ الطول
(۱۴) حٰم السجدۃ ۔ فصلت ۔ المصابیح
(۱۵) الشوریٰ ۔ حم ۔ عسق
(۱۶) الجاثیہ ۔ الشریعہ
(۱۷) محمد ۔ القتال
(۱۸) القمر ۔ اقتربت
(۱۹) المجادلہ ۔ الظہار
(۲۰) الصف ۔ الحواریین
(۲۱) الجمعہ ۔ مصطفین
(۲۲) الطلاق ۔ النساء
(۲۳) الملک ۔ تبارک
(۲۴) نٓ ۔ القلم
(۲۵) المعارج ۔ الواقعہ
(۲۶) التطفیف ۔ مطففین
(۲۷) البینۃ ۔ لم یکن
(۲۸) الماعون ۔ ارایت ۔ الدین

(۲۹) الفلق }
(۳۰) الناس } معوذتین

سورتوں کے مختلف ناموں کے اندراج کا یہاں منشاء یہ ہے کہ مختلف مصاحف میں اگر مختلف نام درج ہوں۔ یا کتابوں میں مختلف ناموں سے سورتوں کے حوالے درج ہوں تو حیرانی نہ ہو اور بآسانی پتہ چل جائے۔

۵۔ فن قراءت کے امام | فن قراءت میں سات قاری امام مانے جاتے ہیں اور ان ہی کے حوالے سے قراءت سبعہ مشہور ہے۔ وہ سات امام یہ ہیں:۔

(۱) نافع مدنیؒ
(۲) ابن کثیر مکیؒ
(۳) ابو عمرو بصریؒ
(۴) ابن عامر شامیؒ
(۵) عاصم کوفیؒ
(۶) حمزہ کوفیؒ
(۷) علی کسائی کوفیؒ

چنانچہ ایک رباعی میں یہ ساتوں نام جمع کئے گئے ہیں ملاحظہ ہو:۔

در مکہ نخست ابن کثیر است امام　　نافع ز مدینہ ابن عامر از شام
در بصرہ ابو عمرو علا دارد نام　　عاصم حمزہ کسائی از کوفہ تمام

ان کے سوا بھی تین قاری امام ہیں اور ان ہی کو شامل کر کے قراءت عشرہ مشہور ہے لیکن وہ ان سے رتبہ میں کمتر مانے جاتے ہیں۔ ہر قاری کے دو شاگرد ہیں جو راوی کہلاتے ہیں اور مستند مانے جاتے ہیں۔ ہندوستان اور اکثر اسلامی ممالک میں عاصم کوفیؒ کی قراءت رائج ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ بھی اسی قراءت پر عامل تھے۔ عاصم کوفیؒ کے دو راوی ہیں۔ شعبہؒ اور حفصؒ۔ ان میں حفصؒ کی روایت زیادہ رائج ہے۔ چنانچہ اکثر قرآن کریم کے نسخے عاصم کوفیؒ کی قراءت اور حفصؒ کی روایت کے بموجب طبع ہوتے ہیں۔ ہم نے بھی اس کتاب میں یہی قراءت و روایت پیش نظر رکھی ہے۔ البتہ کہیں حفصؒ کی روایت ایک کے بجائے دو تسلیم کی جائیں تو قول مختار پر اکتفا کیا گیا۔ تاکہ عام قارئین کو الجھن نہ ہو مثلاً روایت سکتہ۔ قراءت و روایت کا منشاء یہ ہے کہ قرآن کریم کی صحت قائم و محفوظ رہے۔ چنانچہ اس باب میں جامع اور مستند کتب کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔

تاریخی اعتبار سے حفصؒ کی روایت کا سلسلہ حسب ذیل ہے :-

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عثمان غنیؓ علی مرتضیٰؓ عبداللہ بن مسعودؓ زید بن ثابتؓ ابی بن کعبؓ

عبداللہ بن السلمیؒ زر بن حبیشؒ سعید بن ایاس الشیبانیؒ

عاصم کوفیؒ

حفصؒ
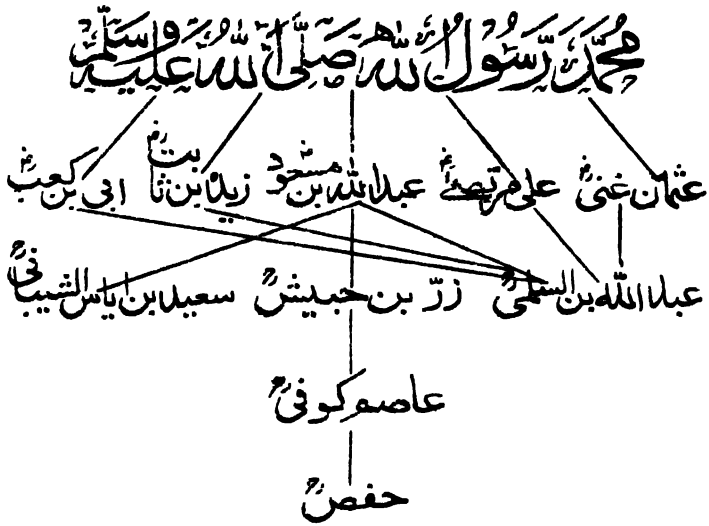
فن قراءت کو تفصیل سے مطالعہ کرنا مقصود ہو تو قراءت سبعہ
میں علامہ شاطبیؒ کی کتاب اور قراءت عشرہ میں علامہ جزریؒ
کی کتاب زیادہ مشہور و مقبول ہے۔ یہ عربی تصانیف ہیں۔ علیٰ ہذا
فارسی اور اردو میں شاہ عبدالحقؒ محدث دہلوی۔ قاری کرامت علیؒ
جونپوری اور علامہ حاجی محمود بن محمد صبغۃ اللہ مدراسی کی کتابیں بھی بہت
جامع اور مستند ہیں۔ چنانچہ ضمیمہ میں یہ سب کتابیں بھی درج ہیں۔

۶۔ نادر اعراب یا خاص کلمات قرآن کریم میں بعض اعراب نادر
اور بعض کلمات خاص ہیں۔ چنانچہ ایسے مقامات ذیل میں ملاحظہ ہوں

(۱) ثَمَّ بالفتحہ (ثَ) قرآن میں صرف چار جگہ آیا ہے۔ فَثَمَّ

وَجْهُ اللّٰهِ (۴/۱) ثُمَّ الْاٰخَرِيْنَ (۸/۱۹) ثُمَّ رَاَيْتَ (۹/۲۹) ثُمَّ اٰمِنِيْنَ (۶/۲۲)۔ باقی سب جگہ ثُمَّ آیا ہے یعنی (ث) بالضمہ۔

(۲) يَوْمِئِذٍ بالکسر (م) قرآن میں صرف دو جگہ آیا ہے۔ مِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ (۶/۱۲) مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ (۷/۲۹) باقی سب جگہ يَوْمَئِذٍ آیا ہے یعنی (م) بالفتحہ۔

(۳) مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ (۱/۷) فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ (۴/۲۵) بلا مد بالکسر (ء) بلا تحریر (ء) صرف چند جگہ آیا ہے۔ (۱۶/۵) و (۲/۸) و (۱۵/۱۴) و (۶/۱۵) و (۱۵/۲۲) و (۵/۲۵) یہاں (ش) بھی صرف مفتوحہ ہے یعنی تلفظ ہے لِشَيْءِ اللّٰهُ۔ باقی سب جگہ مَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ آیا ہے یعنی (ء) بالفتحہ۔

(۴) تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ (۲/۱۱) میں (ت) ثانی مفتوحہ نادر۔ بالعموم مکسورہ رہتی ہے۔ وجہ یہ کہ اس سے قبل لفظ مِنْ جارّہ نہیں ہے۔

(۵) فِيْهٖ مُهَانًا (۴/۱۹) یہاں فیہ کی ہ پر کسرہ اشباعی نادر ہے بالعموم (ہ) مکسورہ رہتی ہے جیسے فِيْهِ۔

(۶) عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ (۹/۲۶) علیہ میں (ہ) مضمومہ نادر ہے بالعموم (ہ) مکسورہ رہتی ہے۔

(۷) وَنَعْمَةٍ (۱۴/۲۵)۔ ن مفتوحہ نادر۔ بالعموم (ن) مکسورہ رہتا ہے۔

(۸) الْمُخْلَصِيْنَ (۱۳/۱۲) (۶/۲۳)۔ یہاں (ل) مفتوحہ نادر۔ بالعموم (ل) مکسورہ رہتا ہے۔

(۹) قَسَمٌ لِّذِىْ حِجْرٍ (۱۴/۳۰)۔ (ل) مکسورہ نادر۔ بالعموم (ل) مفتوحہ رہتا ہے۔ وجہ یہ کہ یہ الذی نہیں ہے بلکہ ذی پر (ل) جر آیا ہے

(۱۰) اَرِنَا الَّذَيْنِ (۲۴/۲۴) میں (ن) مکسورہ نادر۔ بالعموم (ن) مفتوحہ آتا ہے۔

(۱۱) وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ (۱/۶) فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ (۱/۱۱) جَآءُوْ (۱/۱۸) فَآءُوْ (۱۲/۲) ان کلمات میں (و) جمع بے الف لکھا جاتا ہے خاص صورت ہے۔

(۱۲) يٰاَيْئَسِ (۲/۲۷) بِاَيِّيْكُمُ (—) یاء کا ایک شوشہ زاید لکھا رہتا ہے۔

(۱۳) وَجِاْئٓءَ (۱۴/۳۰) (ی) ساکن کے قبل الف ساقط کا استعمال نادر ہے۔

(۱۴) يَصَّدَّعُوْنَ (۴/۲۱) يَخِصِّمُوْنَ (۲/۲۳) يَسَّمَّعُوْنَ (۵/۲۳) نادر ابواب سے ہیں۔

(۱۵) الْمُطَّهِّرِيْنَ (۲/۱۱) فَاطَّهَّرُوْا (۶/۹) علیٰ ہذا الْمُطَّوِّعِيْنَ (۱/۱۶) نادر صیغے ہیں۔

(۱۶) بعض اسم اکثر بصیغہ جمع آئے ہیں مثلاً مُسْلِمِيْنَ۔ مُؤْمِنِيْنَ

خَالِدَیْنِ۔ لیکن شاذ ایسے اسم بصیغۂ تثنیہ بھی آئے ہیں مثلاً
وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ (۱/۱۵) کَانَ اَبَوٰہُ مُؤْمِنَیْنِ (۱/۱۶)
اِنَّہُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ (۲۸/۵)

(۱۷) اِلًّا وَّلَا ذِمَّۃً (۱/۲) اِلًّا پر تنوین ہے۔ اِلَّا نہ پڑھا جائے۔ جو بکثرت مستعمل ہے۔

(۱۸) یوم الجُمُعَۃِ (۱۲/۲۸) میں (م) مضمومہ ہے۔ بالعموم (م) پر جزم سمجھتے ہیں یعنی جُمْعَۃِ

(۱۹) وَھُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلٰىہُ (۱۶/۱۴) اس کلمہ میں (ک) مفتوحہ ہے کُلٌّ دوسرا کلمہ ہے جس میں (ک) مضمومہ رہتا ہے۔

(۲۰) یَبْصُۜطُ (۲/۱۶) بَصْۜطَۃً (۱۶/۸) رسم الخط (ص) سے ہے لیکن بروایت حفصؒ (س) سے پڑھتے ہیں! اور الْمُصَۜیْطِرُوْنَ (۴/۲۷) مقام خُلْف میں رسم الخط (ص) سے ہے لیکن بروایت حفصؒ (ص) اور س دونوں سے پڑھنا درست ہے۔
واضح باد کہ کلمۂ بِمُصَۜیْطِرٍ (۳۰/۱۳) میں بھی بعض لوگ (ص) کو (س) پڑھتے ہیں لیکن تحقیق یہ کہ یہاں (ص) کو (ص) ہی پڑھنا چاہئے

(۲۱) لِلْعٰلِمِیْنَ (۲۱/۶) صرف یہیں ایک جگہ قرآن میں (ل) مکسورہ ہے۔ ورنہ ہر جگہ (ل) مفتوحہ ہے۔ معنیٰ کا فرق ظاہر ہے۔

(۲۲) اٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا (۴/۱۹) عَمِلَ کے بعد عَمَلًا صرف ایک جگہ قرآن میں ہے۔ ورنہ ہر جگہ عَمَلًا کے بغیر عَمِلَ صَالِحًا ہے۔

(۲۳) اَیْمَانَھُمْ (۳/۱۰) الف مفتوحہ نادر۔ ورنہ بالعموم الف مکسورہ یعنی اِیْمَان۔

(۲۴) سورۃ روم ۶ ع میں آیتہ ہے۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّۃٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَۃً (۳/۲۱)۔ یہاں کلمہ ضعف تین جگہ آیا ہے۔ سیدنا حفصؒ کی روایت میں ض کو ضمہ یا فتحہ۔ ہر دو حرکت کے ساتھ پڑھنا درست ہے چنانچہ ہندوستان کے مطبوعہ مصاحف میں (ض) پر ضمہ اور مصر کے مطبوعہ مصاحف میں (ض) پر فتحہ درج رہتا ہے۔ اور دونوں صورتیں درست مانی جاتی ہیں۔

(۲۵) بالآخر ذیل میں چند کلمات درج ہیں۔ جن کا تلفظ توجہ طلب ہے۔

اَسَآءُوا السُّوْٓاٰی (۱۰/۲۱)۔

اِنَّا بُرَءٰٓؤُا (۷/۲۸)۔

یُصْدِرَ الرِّعَآءُ (۹/۲۰)۔

نادر اعراب اور خاص کلمات کے سلسلہ میں وہ مثالیں بھی قابل توجہ ہیں۔ جو فصل سوم میں تحت رسم الخط اوپر درج ہو چکی ہیں۔ حروف و کلمات کی تحقیق و توجیہ فن قراءت کی مستند کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہے۔ جس کو حوصلہ اور موقع ہو شوق سے مطالعہ کرے۔ ہم نے اقتضائے زمانہ کے مدنظر قراءت کے اکثر ضروری امور خاص ترکیب سے سہل پیرایہ میں مختصراً پیش کر دیئے کہ سمجھنے سمجھانے میں آسانی ہو۔ اور قراءت کا شوق بڑھے۔ ورنہ فن قراءت میں مطالعہ کا میدان بہت وسیع ہے جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں نے تلاوت قرآن میں صحت کا کس درجہ اہتمام کیا کہ کسی شک و شبہہ کی گنجایش نہیں چھوڑی حروف و کلمات کی تحقیق حد کو پہنچا دی۔

۷۔ ختم تلاوت قرآن کے متعلق بعض ضروری امور بہ تعلق تلاوت و قراءت اس آخری فصل ہشتم میں بیان ہوئے۔ فن قراءت کے ضروری مباحث سابقہ فصلوں میں درج ہیں۔ فن قراءت کی بعض کتابوں کے نام ختم پر بطور ضمیمہ درج ہیں۔ اب ہم اس تالیف کو دعا پر ختم کرتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت کے ختم پر بالعموم یہ دعا پڑھتے ہیں۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْحَقُّ الْعَظِیْمُ وَبَلَّغَ رَسُوْلُہُ الْکَرِیْمُ

وَنَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ مِنَ الشّٰاهِدِيْنَ۔ قرآن کے حوالے سے یہ درود بھی پڑھتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ مَا فِيْ جَمِيْعِ الْقُرْاٰنِ حَرْفًا حَرْفًا وَّبِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ اَلْفًا اَلْفًا۔ تلاوت قرآن کی آخری دعا یہ ہے۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۹/۲۳)۔

تتمہ
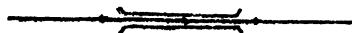
قرآنی دُعائیں

قرآن کریم میں یوں تو اپنے اپنے محل پر بہت سی دعائیں واقع ہیں جن میں عجیب جامعیت ہے۔ اور جو گوناگوں خیر و برکت اور عظمت و نصرت کی حامل ہیں۔ ان میں سے چند دعائیں مع ترجمہ ذیل میں درج ہیں۔ جو چاہیں اپنے ذوق کے مطابق اور اپنے حال کے مناسب دعائیں خلوص دل سے ورد کریں۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل کا فیضان دیکھیں۔

قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر دعا کی ہدایت بلکہ تاکید وارد ہے۔ دعا کی کیفیت واضح ہے۔ یہاں بنظر اختصار دو ایک آیات پر اکتفا کرتے ہیں۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝ (ع ۲) (اے رسول) جب تجھ سے پوچھیں بندے میرے مجھ کو تو کہہ دے کہ میں نزدیک ہوں۔ پہنچتا ہوں پکارنے والے کی پکار کو جس وقت (کوئی) مجھ کو پکارتا ہے۔ تو چاہیئے کہ حکم مانیں میرا اور یقین لائیں مجھ پر شاید نیک راہ پر آجائیں (ترجمہ)۔

علیٰ ہذا۔ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (۱۱/۲۴) اور کہتا ہے تمہارا رب مجھ کو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار کو (ترجمہ)۔

بالعموم دعا کا منشا حصول مقصد ہے لیکن جب بندگی کا ذوق نکھرتا ہے تو دعا خود بھی مقصود ہو جاتی ہے ؎

خدا اور بندے میں رشتہ دعا ہے　　دعا جس کو کہتے ہیں خود مدعا ہے

بہر حال ذیل میں چند قرآنی دعائیں مع ترجمہ درج ہیں! اللہ تعالےٰ ان کے فیضان سے مستحقین کو مستفید فرمائے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ (۲۵/۲) اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھی خیر و برکت عطا فرما اور آخرت میں بھی ہم کو نیکیاں دے اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا (ترجمہ)

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفہ وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ وَارْحَمْنَا وقفہ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ (۳/۳)

اے رب ہمارے اگر ہم بھول لیں یا خطا کریں تو ہمیں نہ پکڑ اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا۔ اے رب ہمارے اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہم طاقت نہ رکھیں اور ہمیں معاف کر

اور بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہمارا مالک ہے پس ہم کو کافروں پر مدد دے (ترجمہ)۔

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (۲/۱۷) اے ہمارے پروردگار ہمیں صبر کی توفیق دے اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور ہمیں کافروں پر فتحمند کر (ترجمہ)۔

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا (۱۵/۸) اے میرے رب مجھے اچھی جگہ داخل کر اور اچھی جگہ باہر لیجا اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے (ترجمہ)۔

رَبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ (۱۸/۲)

اے رب مجھے برکت والی جگہ اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے (ترجمہ)۔

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (۳/۱۱) اے پروردگار اپنی بارگاہ سے مجھے نیک اولاد عطا فرما بے شک تو دعا کا سننے والا ہے (ترجمہ)۔

اِنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (۱۷/۶) میں بیمار ہوں اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے (ترجمہ)۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۱۷/۶)

خدایا تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور میں ظلم کرنے والوں میں سے ہوں (ترجمہ)۔

رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ (۱۸/۶) اے میرے رب میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور پناہ مانگتا ہوں اے رب کہ وہ میرے پاس آئیں ترجمہ۔

اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (۲۴/۲) اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے اور پوشیدہ و ظاہر کے جاننے والے خدا جس بات میں یہ اختلاف کر رہے ہیں تو ہی فیصلہ کریگا (ترجمہ)۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۲۸/۱) اے رب ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے بخش دے اور ہمارے دل میں مسلمانوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے (ترجمہ)

اشاریہ

جیسا کہ ظاہر ہے کہ کل کتاب آٹھ فصلوں میں منقسم ہے اور ہر فصل چند عنوانات میں تقسیم ہے فصلوں اور عنوانات کے ساتھ ان کے ترتیبی نمبرات درج ہیں۔ ذیل میں جو اصطلاحات اور اسماء درج ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ان ہی نمبرات کے حوالے قوسین میں درج ہیں مثلاً حضرت بلالؓ حبشی کے ساتھ حوالہ درج ہے (۳/۱) مطلب یہ کہ پہلی فصل میں تیسرے عنوان کے تحت یہ اسم درج ہے۔ یا حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ساتھ حوالہ درج ہے (۵/۸) مطلب یہ کہ آٹھویں فصل میں پانچویں عنوان کے تحت یہ اسم درج ہے۔ وقس علیٰ ھذا

(الف)

(ب)

(ت)

ج

ح

(خ)

(ر)

(ز)

(س)

(ش)

(ص)

(ض)

(ع)

(غ)

(ف)

(ق)

(ک)

(ل)

(م)

(ن)

(و)

خاص وقوف (۸/۴)
وقفہ (۸/۴)
سکتہ (۸/۴)
معانقہ (۸/۴)
وقف البرکۃ (۹/۴)
وقف النبیؐ (۹/۴)
وقف غفران (۹/۴)
وقف جبرئیل (۹/۴)
وقف منزل (۹/۴)
وقف بالسکون (۱۰/۴)
وقف بالابدال (۱۰/۴)
وقف کے طریق (۱۰/۴)
ایک وسوسہ (۳/۱)

(ہ)

ہمس (۳/۲) (۴/۲)

(ی)

یادداشت (۹/۵) (۷/۲)
یاء محذوف (۳/۲)

⁂

بقلم محمد عباس کاتب دار الطبع جامعہ عثمانیہ حال وظیفہ یاب
مورخہ ۱۴ رجب سنہ ۱۳۷۲ مطابق ۳۰ مارچ سنہ ۱۹۵۳ء
یوم دوشنبہ

ضمیمہ ۱: مختصر فہرست کتب قراءت

(۱) النشر فی قراءت العشر از علامہ ابو الخیر محمد شمس الدین الجزری (عربی)

(۲) مقدمۃ الجزری " " " " " (")

(۳) شرح مقدمۃ الجزری از علامہ زکریا الانصاری (")

(۴) شرح مقدمۃ الجزری از ملا علی قاری ..... (")

(۵) شرح جزری از شاہ عبد الحق محدث دہلوی ...... (فارسی)

(۶) شرح جزری از قاری کرامت علی جونپوری.... (")

(۷) شرح جزری " " " ..... (اردو)

(۸) مخارج الحروف " " " .... (")

(۹) زینت القاری " " " .... (")

۱۰ غیث النفع فی قراءت السبعہ از علامہ سید علی النوری (عربی)

(۱۱) متن الشاطبیہ فی قراءت السبعہ از علامہ ابو محمد قاسم شاطبی (")

(۱۲) شرح الشاطبیہ از علامہ علاؤ الدین علی القاصح ..... (")

(۱۳) تشریح المعانی الحرز الامانی فی مختصر شرح شاطبیہ از علامہ محمود بن محمد صبغۃ اللہ مدراسی (")

(۱۴) شرح شاطبیہ از علامہ محمود بن محمد صبغۃ اللہ مدراسی .... (اردو)

(۱۵) ریاض القراء " " " ..... (")

(۱۶) مقصود القاری از قاری نور الدین محمد .... (فارسی)

(۱۷) البیان الجزیل للترتیل از علامہ مفتی عنایت احمد ...... (اردو)

(۱۸) رموز الوقوف از علامہ سجاوندی .... (عربی)

(۱۹) رموز القرآن از قاری محمد حسن ہاتفی شاہجہاں پوری .. (اردو)

(۲۰) تحفۃ الطلاب از قاری محمد سلیمان علوی .... (")

(۲۱) سراج الترتیل از قاری سید کلیم اللہ حسینی حیدرآبادی (")

(۲۲) فوائد مکیہ از قاری عبدالرحمٰن الہ آبادی .... (")

(۲۳) جمال القرآن از علامہ اشرف علی تھانوی .... (")

(۲۴) ہدیۃ الوحید از قاری عبدالوحید دیوبندی .... (")

(۲۵) تعلیم التجوید از مولوی کرم الٰہی علیگڈہی .... (")

(۲۶) عہ تالیف قاری محمد اسمٰعیل پانی پتی .... (")

(۲۷) عذار القرآن از قاری محمد اسمٰعیل پانی پتی .... (")

(۲۸) خلاصۃ التجوید از قاری محمد منیر علی عثمانی حیدرآبادی... (")

مندرجہ بالا کتب ہندوستان میں زیادہ رائج ہیں یا رائج تھیں! ان کے سوا بھی اساتذہ کی بہت سی تصنیف و تالیف فن قراءت پر موجود ہیں خاص کر عربی میں پس جس کو شوق ہو مطالعہ کرے ہم کو اپنی اس تالیف کے سلسلہ میں بعض مندرجہ بالا کتب کو کم و بیش مطالعہ کرنے کا موقع ملا بعض کا احباب نے حوالہ دیا! اسلئے سب کو درج فہرست کر دیا ہے

سلسلۂ روایت قرآن

حفصؒ کا سلسلہ فوقانیہ فصلِ ہشتم میں درج ہے اس کے تحت ہمارا سلسلہ یہ ہے

(۱) حفص الکوفیؒ
(۲) ابی عبیدؒ
(۳) الاشنانیؒ
(۴) الہاشمیؒ
(۵) ابوالحسنؒ
(۶) عثمان الدانیؒ
(۷) سلیمان بن نجاح الاندلسیؒ
(۸) علی بن محمد البلنسیؒ
(۹) ابی القاسم الشاطبیؒ
(۱۰) علی بن شجاع
(۱۱) محمد بن احمد
(۱۲) عبدالرحمٰن بن احمدؒ
(۱۳) شمس الدین محمد الجزریؒ
(۱۴) رضوان العقبیؒ
(۱۵) زکریا الانصاریؒ
(۱۶) ناصر بن الطبلاویؒ
(۱۷) شحاذۃ الیمنیؒ
(۱۸) شمس الدین البصیرؒ
(۱۹) سلطان بن احمد المزاحیؒ
(۲۰) محمد بن محمد الافراقیؒ
(۲۱) محمد الحرقانیؒ
(۲۲) ابی محمد حمودہؒ
(۲۳) احمد السنانؒ
(۲۴) محمد بن محمد الستاریؒ
(۲۵) احمد بن محمد الماطریؒ
(۲۶) محمد بن علی السماتیؒ
(۲۷) السید محمد التونسیؒ
(۲۸) السید محمد عمر الحسینیؒ
(۲۹) عبدالقدیر محمد الصدیقی الحسینیؒ
(۳۰) محمد الیاس البرنی القادری الفاروقی

تالیفات و تراجم

پروفیسر محمد الیاس برنی

سابق صدر شعبۂ معاشیات و ناظم سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

(الف) شعبۂ دینیات

(۱) اسرار حق۔ حقائق و معارف قرآنیہ، جو بہ اصطلاح قرآن صدق اور عام اصطلاح میں تصوف کہلاتے ہیں۔ پہلا ایڈیشن مدت سے نایاب ہے۔ جدید ایڈیشن باضافہ مضامین طباعت طلب ہے۔

(۲) تسہیل الترتیل۔ فن قرات کی تعلیم بہ ترتیب تفہیم جدید۔ قرآن کی تقریباً تمام آیات متعلقہ اپنے اپنے محل پر بطور مثال درج ہیں۔ تیسرا ایڈیشن باضافہ مضامین شائع ہوگیا۔

(۳) حزب اللہ۔ دنیا کی اور بالخصوص عالم اسلام کی سیاست پر حالیہ تبصرہ مع اوراد قرآنی۔ دوسرا ایڈیشن باضافہ مضامین طباعت طلب ہے۔

(۴) مالک الملک۔ اسلامی حکمرانی کے اصول و ضوابط از روئے قرآن کریم (زیر تالیف)

(۵) مشکوٰۃ الصلوات۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام۔ ماخوذ از قرآن و حدیث و کلام اولیاء کرام۔ جملہ سات (۷) حزبوں کا مجموعہ۔ چوتھا ایڈیشن طباعت طلب ہے۔

(۶) تحفہ محمدی نعتوں اور سلاموں کا مجموعہ بزبان اردو، فارسی چار حصے تاج کمپنی سے ملتا ہے۔ پتہ: لاہور۔ کراچی۔ ڈھاکہ۔

(۷) معروضہ۔ الیاس برنی کا جدید کلام۔ حمد نعت منقبت و فطرت۔ جملہ ۱۱۰ نظموں کا مجموعہ۔ تیسرا ایڈیشن ہے۔ تاج کمپنی سے ملتا ہے۔

(۸) ہدایت اسلام۔ اسلامی عبادات و اخلاقیات بموجب قرآن و حدیث (زیر تالیف)

(۹) فتوح الحکم۔ حضرت غوث اعظم کے ارشادات شریف بہ تنقیح و ترتیب خاص۔ طباعت طلب۔

(۱۰) فتوحات قادریہ۔ حضرت غوث اعظم کے اوراد شریف بہ تنقیح و ترتیب خاص۔ طباعت طلب۔

(۱۱) سلطان مبین۔ حضرت غوث اعظم کے حالات شریف بہ تنقیح و ترتیب خاص۔ زیر تالیف۔

(۱۲) مکاتیب المعارف۔ حضرت مرشدی مولنا شاہ محمد حسین قبلہ قدس سرہٗ قادری، چشتی، نقشبندی کے مکتوبات شریف کا مجموعہ (طباعت طلب)۔

(۱۳) صراط الحمید۔ (جلد اول) عراق، شام، فلسطین، حجاز، مقامات مقدسہ اور حرمین شریفین کا سفرنامہ (باتصویر)۔

(۱۴) صراط الحمید۔ جلد دوم دوسرے حج کا سفرنامہ بابت حرمین شریفین و حجاز۔

(۱۵) قادیانی مذہب۔ قادیانی فرقہ کے عقائد و اعمال کی تفصیل خود قادیانی کتابوں سے پیش کی گئی ہے۔ یہ تالیف قادیانی تحریک کی قاموس مانی جاتی ہے۔ نزدیک و دور ہر جگہ مشہور و مقبول ہے۔ اس کا ایڈیشن پنجم مدت سے نایاب تھا لیکن حال میں ایڈیشن ششم باضابطہ مضامین دو جلدوں میں شائع ہو گیا۔
ملنے کا پتہ: شیخ محمد اشرف صاحب۔ ناشر کتب کشمیری بازار۔ لاہور۔

(۱۶) مقدمہ قادیانی مذہب یعنی قادیانی مذہب ایڈیشن ششم کا مقدمہ جو بجائے خود ایک مستقل تالیف ہے اسی سبب اس کو قادیانی مذہب میں شریک نہ کر کے علحدہ شائع کیا گیا۔ ناشر: شیخ محمد اشرف صاحب لاہور۔

(۱۷) تتمہ قادیانی مذہب۔ قادیانی کتابوں کے اقتباسات جو قادیانی مذہب اور مقدمہ قادیانی مذہب میں جگہ نہ پا سکے لیکن جو بجائے خود اہم ہیں۔ بتعداد کثیر یکجا بہ ترتیب خاص تالیف کئے گئے۔ یہ مجموعہ بھی لوگوں کی تالیف تقریریں

بہت کارآمد ثابت ہوگا۔ اور آئندہ کے لئے اس کو بھی محفوظ رکھنا ضروری ہے
تاکہ تحریک قادیانی کی مسل مکمل رہے (طباعت طلب)۔

(۱۸) قادیانی قول و فعل۔ اس میں بھی قادیانی تحریک کے خاص خاص پہلو پیش ہوئے ہیں جو یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ پہلا ایڈیشن مدت سے نایاب ہے۔ دوسرا ایڈیشن طباعت طلب ہے۔

(۱۹) اسلام۔ اسلام کی تشریح و توضیح از روئے قرآن بزبان انگریزی۔
پہلا ایڈیشن نایاب۔ جدید ایڈیشن طباعت طلب ہے۔

(ب) شعبۂ ادبیات

سلسلۂ منتخبات نظم اردو۔ بارہ جلدیں بہ تفصیل ذیل ہیں :-

(۱) معارف ملت۔ (۴) جلد۔

(۲) مناظر قدرت۔ (۴) جلد۔

(۳) جذبات فطرت۔ (۴) جلد۔

(۱۳) جواہر سخن۔ فارسی شاعری کا انتخاب (زیر تالیف)۔

(۱۴) اردو ہندی رسم الخط۔ بلحاظ تلفظ و تحریر و ترکیب اردو ہندی حروف کا مطالعہ اور مقابلہ معہ امثلہ۔

(۱۵) اردو ہندی لپی رسم الخط کی بحث بزبان ہندی (تالیف طلب)۔

(۱۶) اردو ہندی سکرپٹ رسم الخط کی بحث بزبان انگریزی (تالیف طلب)۔

(ج) شعبۂ معاشیات

(۱) علم المعیشت۔ اکنامکس یا معاشیات کے اصول کی تفصیلی بحث عام مطالعہ کے واسطے۔ حجم ۸۰۰ صفحات۔

(۲) اصول معاشیات۔ معاشی مسائل کی بحث درس جامعات کے واسطے۔ یہ کتاب جامعۂ عثمانیہ کے نصاب میں شریک ہے۔ حجم ۶۰۰ صفحات

(۳) معیشت الہند۔ معاشی مسائل کا مطالعہ بحوالہ ہندوستان۔ یہ کتاب بھی جامعۂ عثمانیہ کے نصاب میں داخل ہے۔ حجم ۷۰۰ صفحات۔

(۴) مالیات۔ پبلک فیناس میں سلطنتوں کے مداخل و مخارج کی فنی بحث (زیر تالیف)۔ معاشیات ہند

(۵۔ ۷) مقدمۃ المعاشیات' اور برطانوی حکومت ہند تینوں کتابوں کا ترجمہ۔ جامعۂ عثمانیہ کے نصاب میں داخل ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔ حسب صراحت بالا پینتالیس ۴۵ کتابوں کے منجملہ جو تالیف یا ترجمہ ہوئیں یا ہو رہی ہیں شعبہ جات دینیات و ادبیات و معاشیات میں کل بتیس ۳۲ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ جو باقی ہیں۔ اللہ مالک ہے! ان کے سوا بھی بعض علمی کام جاری ہیں جن کا اعلان متعاقب ہوگا انشاء اللہ تعالٰے۔